© rasailojaraid.com

اشاعۃ السنۃ لاہور

اَلْوَقْفُ عَلَی الْاَوْلَادِ وَالْاَقَارِبِ وَغَیْرِهِمْ

ہرچہ داری صرف کن در راہِ اُو

لن تنالوا البر حتے تنفقوا

یہ آیت جسکو ہمنے اس مضمون کا ماٹو (زیب عنوان مضمون) بنایا ہے نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ انصاری رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑے ہوکر عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ تم نیکی تب ہی پاؤگے جبکہ اپنا پیارا مال خرچ کروگے۔ اور میرے مالوں سے مجھے زیادہ پیارا بیرحا ہے (کھجوروں کا ایک باغیچہ تھا جس میں کنواں بھی تھا۔ آنحضرت صؐ وہاں جاتے اور اوسکا پانی نوش فرماتے) اور وہ خدا کی راہ میں صدقہ (خیرات) ہے اسکا نیک اجر اور ذخیرہ اللہ تعالےٰ کے پاس چاہتا ہوں۔ جہاں آپ کی رائے ہو۔ وہاں اسکو لگانے کا حکم دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اپنے قرابتیوں میں مقرر کر۔ تو اونہوں نے اپنے چچا کے بیٹوں وغیرہ قرابتیوں میں اسکو لگا دیا۔

فلما نزلت هذه الآية قام ابوطلحة الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ عزوجل یقول فی کتابه لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وان احب اموالی الیّ بیرحا وانها صدقة للہ ارجوا برها وذخرها فضعها یارسول اللہ حیث شئت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذلک مال رابح قد سمعت ما قلت انی اریٰ ان تجعلها فی الاقربین فقسمها ابوطلحة بین اقاربه وبنی عمه

(بخاری صفحہ ۱۹۷ مسلم صفحہ ۳۲۳ - مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۴)

ایسا ہی حضرت فاروق رضؓ سے مروی ہے کہ انکو خیبر میں زمین ملی تو اونہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں

عن عمرؓ قال اصبت ارضًا من ارض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خیبر فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فقلت اصبت ارضا لم اصب مالا
احب الی ولا انفس عندی منہا قال
ان شئت تصدقت بہا فتصدق بہا
علی ان تباع ولا توہب فی الفقراء و
ذوی القربیٰ والرقاب والضیف و
ابن السبیل لاجناح علی من ولیہا
ان یاکل بالمعروف غیر متمول مالا
ویطعم (نسائی ص ۲ ج ۲)۔
وعن ابن عمر قال فتصدق عمر
بمال لہ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وکان یقال لہ ثمغ ۔۔ فتصدق بہ
ذلک فی سبیل اللہ وفی الرقاب والمساکین
والضیف وابن السبیل وذوی القربیٰ
(بخاری صفحہ ۳۸۳)

حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے ایسی زمین
پائی ہے جس سے بڑھکر مجھے پیارا اور نفیس
مال اور نہیں ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اگر تو چاہے تو اسکو صدقہ کر تو انہوں نے
اسکو اس طور پر صدقہ کیا (یعنے وقف
کیا) کہ وہ نہ بیع ہو۔ نہ ہبہ ہو اور اسکی پیداوار
فقیروں اور اُنکے رشتہ داروں اور مہمانوں
اور مسافروں کیلئے وقف ہے جو اسکا متولی
ہو وہ دستور کے مطابق اسمیں سے کھائے
اور دوستوں کو کھلاوے اسکو اپنے لئے
جمع نکرے یہی حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت عمر کو اس زمین کی نسبت دیا
جسکو ثمغ کہا جاتا تھا اور وہ مدینہ کے پاس
تھی اور ایسا ہی انہوں نے کیا وہ زمین بھی
آپکے رشتہ داروں اور مہمانوں اور مسافروں
اور مسکینوں کے لئے وقف رہی تھی۔

یہ احادیث اس بات میں نصوص قطعیہ ہیں کہ اسلام میں صدقہ (خیرات) وہی نہیں
کہلاتا جو صرف غیروں اور فقیروں کو دیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ بھی صدقہ وخیرات کہلاتا ہے
جو اپنے خویشوں اور قرابتیوں اور مہمانوں اور مسافروں کو اگرچہ وہ غنی ہوں۔ دیا جاتا
ہے اگر اس میں نیت ثواب وذخیرہ اخروی ہو۔ کوئی معاوضہ یا غرض دنیاوی اس سے
مقصود نہو۔ جس کا ثواب آخرت میں نہ ملے۔ اس سے بڑھکر آنحضرت کا حکم ارشاد سنو

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان
مسلم اذا انفق علی اہلہ نفقۃ وہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب
مسلمان اپنے گھر والوں (بیوی بچوں) پر بہ نیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یجتنبها کانت له صدقة (صحیح مسلم ص۳۲۴)
وفی بضع احدکم صدقة قالوا یارسول اللہ
یاتی احدنا شهوته ویکون له فیها اجر
قال ارایتم لو وضعها فی حرام اکان
علیه فیها وزر۔ فکذالك اذا وضعها
فی الحلال کان له فیها اجر۔
(مسلم ص۳۳۵)

ثواب خرچ کرے تو وہ بھی اسکے لیے
صدقہ ہے۔ اور آپنے فرمایا تم اپنی عورت
سے (بہ نیت ثواب واداے حق) ہم بستری
کرو تو وہ بھی تمہارے لیے صدقہ (خیرات)
ہے لوگوں نے عرض کیا کہ کریں تو ہم اپنی
شہوت رانی پہر ہم کو اسکا ثواب ہو؟ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ کہ اگر یہ
شہوت رانی محل حرام سے ہو تو اسکا بوجہ (گناہ) ہوتا ہے یا نہیں۔ ایسا ہی اس شہوت
رانی کا اجر وثواب ہونا چاہیے اگر وہ محل حلال سے ہو۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم دینار
انفقته فی سبیل اللہ ودینار انفقته فی رقبة
ودینار تصدقت به علی مسکین ودینار
انفقته علی اهلك اعظمها اجرا الذی
انفقته علی اهلك۔
(صحیح مسلم ص۳۲۲)

اور آپنے فرمایا ایک دینار (اشرفی)
وہ ہے جس کو تم خدا کی راہ (جہاد) میں
خرچ کرو ایک وہ ہے جسکو غلام کی گردن
چھوڑانے میں خرچ کرو۔ ایک دینار وہ ہے
جسکو مسکین پر صدقہ کرو۔ ایک وہ ہے جس کو
اپنے گھر والوں پر خرچ کرو۔ سب سے زیادہ
اجر وثواب اس دینار کے خرچ کرنے میں ہے جو گھر والوں پر خرچ کرو اس سے
بھی بڑھکر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ارشاد سنو کہ مسلمان جو خاص اپنی جان پر
خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ (خیرات) کہلاتا ہے اگر اسمیں نیت اجر ثواب آخرت ہو۔
ایک دفعہ آنحضرت نے صدقہ خیرات کرنے کا حکم سنایا تو ایک شخص بولا میرے پاس ایک

عن ابی هریرة رض قال امر النبی صلی اللہ
علیه وسلم بالصدقة فقال رجل یا رسول
اللہ عندی دینار قال تصدق به علی
نفسك قال عندی آخر قال تصدق

دینار ہے آنحضرت نے فرمایا اسکو تو اپنی جان
پر خیرات کر۔ اسنے کہا ایک اور بھی ہے آپنے
فرمایا اسکو اپنی اولاد پر خیرات کر۔ اسنے کہا
ایک اور بھی ہے آپنے فرمایا اسکو اپنی عورت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

به علی ولدك قال عندی اٰخر قال تصدق به علی اهلك قال عندی اٰخر قال تصدق به علی خادمك قال عندی اٰخر قال انت ابصر (سنن ابی داؤد ص۲۳۰ و مشکوٰۃ ص۱۶۳)

پر خیرات کرو وہ بولا ایک اور بھی ہے آپنے فرمایا اب تو خود دیکھ اور جان سکتا ہے۔ کہ یہ کس محل پر خرچ کرنا مناسب ہے یعنی جن پر قرابتیوں کا حق وصدقہ مقدم اور پہلے ضروری تھا وہ بتا یا گیا اب غیروں میں سے جسکو تو مناسب سمجھے اسکو دے۔

ایک اور حدیث صحیح مسلم میں ہے جسمیں ذکر ہے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام آزاد کر دیا تو

عن جابر انه قال اعتق رجل من بنی عذرة عبدا له عن دبر فبلغ ذالك رسول الله صلعم فقال الك مال غیره فقال لا فقال من یشتریه فاشتراه نعیم بن عبد الله العدوی بثمان مائة درهم فجاء بها الی رسول الله صلعم فدفعها ثم قال ابدء بنفسك فتصدق علیها فان فضل فلاهلك فان فضل عن اهلك فلذی قرابتك فان فضل عن ذلك فهكذا وهكذا یقول بین یدیك وعن یمینك وعن شمالك (صحیح مسلم ص۳۱۰)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تیرا مال اور بھی ہے اسنے کہا اور نہیں ہے۔ آپ نے اوس غلام کو فروخت کرکے اس کا دام اوسکے حوالہ کیا اور کہا کہ پہلے تو اسکو اپنے ہی نفس پر خرچ کر۔ اس سے بچے تو وہ گھر والوں پر اُنسے بچے تو قرابت والوں کو دے اُن سے بچے تو اپنے آگے اور اپنے بائیں بیٹھنے غیروں کو دی

اس حدیث میں تو قطعی اور صاف طور پر فیصلہ کر دیا ہے کہ اور خویش واقارب ازواج اولاد وغیرہ تو کجا مسلمان جو اپنے نفس وجان پر خرچ کرتا ہے وہ بھی شرعاً صدقہ کہلاتا ہے اور وہ سب سے مقدم ہے جسکا بڑا اور فلاسفی یہ ہے کہ صدقہ وہ ہوتا ہے جس میں نیت ثواب آخرت ہو اور یہ نیت ثواب آخرت اپنے نفس پر خرچ کرنے میں بھی ہو سکتی ہے مثلاً اگر اس نیت سے خرچ ہو کہ خدا تعالے نے میری جان وجسم کا حق بھی میرے ذمہ لگایا ہے۔ میں اس حق کو ادا کروں گا

قال رسول الله صلعم ان لجسدك علیك

تو خدا تعالے سے اجر پاؤنگا یہی اس کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقًا وان لعینك علیك حقًا متفق علیه - (مشکوٰۃ صك)

یہ حق ادا کرونگا - تو اس سے دین و دنیا کا کام لونگا - جو لوگ اس سیر اور فلاسفی اسلامی کو سمجھتے ہیں وہ اپنے ہر ایک کام میں کھانا پینا بول - براز کرنا عورت سے ہم بستر ہونا وغیرہ ثواب و اجر پاتے ہیں - جو لوگ اس سے غافل ہیں وہ اپنے دنیاوی افعال اور طبعی حرکات و سکنات میں حیوانات سے بڑھکر نہیں

یاکلون کما تاکل الانعام -

ہیں۔ وہ حیوانوں کی طرح کھاتے ہیں اور حیوانوں کی مانند اپنے ازواج اولاد سے طبعی الفت و میلان کرتے ہیں ان افعال میں ان کی کوئی نیتِ ثواب نہیں ہوتی - بلکہ بعض حیوانوں سے بھی بد تر ہوتے

اولٰئك کالانعام بل ھم اضل

ہیں جو میلان طبعی کے علاوہ گناہ کے بھی مرتکب ہوجاتے ہیں - محل و غیر محل میں تمیز نہیں کرتے - جس سے حیوانات محفوظ ہوتے ہیں - کیونکہ انہیں محل و غیر محل کی تمیز کا مادہ نہیں ہوتا -

ان ہی ارشادات و ہدایات نبوی کی نظر و استدلال سے فقہاء اسلام نے عام وقف کو اور خاص وقف علی الاولاد والاقارب والاغنیاء کو صدقہ جاریہ اور خیرات غیر منقطعہ قرار دیا ہے - اور اس سے مقصود ثواب اخروی متعین کر دیا ہے اگر اس میں کوئی ایسا لفظ نہ بولا گیا ہو - جو اسکے صدقہ موجب ثواب ہونے کی نفی کرے - اور اگر اس میں ایسا لفظ بولا گیا ہو - جو اسکے صدقہ موجب ثواب ہونے کی نفی کرے تو پھر وہ فقہاء اسلام کے نزدیک وقف شرعی نہیں ہے - وقف باطل کہلاتا ہے بالجملہ وقف شرعی اور ثواب اخروی لازم و ملزوم ہیں اور اسکا دائمی و غیر منقطع ہونا ایک لازمی امر ہے -

ہدایہ (جو حنفی مذہب کی ایک مشہور و معتبر کتاب ہے) میں عام وقف کی تعریف

الوقف هو عند ابی حنیفة حبس العین علی ملك الواقف والتصدق بالمنفعة بمنزلة العاریة وعندهما حبس العین علی

میں لکھا ہے - کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وقف ایک چیز کو اسکے مالک کی ملک تسلیم کرکے بند رکھنے اور اسکی پیداوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکم ملک اللہ فیزول ملک الواقف
عنہ الی اللہ تعالیٰ علی وجہ تعود
منفعتہ الی العباد فیلزم ولا یباع
ولا یوہب ولا یورث۔
(ہدایہ ص۶۱۷)

کو صدقہ وخیرات کرنے کا نام ہے اور
امام ابو یوسف رح وامام محمد رح کے نزدیک
اصل چیز کو خدا کی ملک قرار دیکر بند کرنے
اور اسکی آمدن کو صدقہ وخیرات کرنے
کا نام ہے۔

ایساہی فتاوے عالمگیری اور درمختار میں کہا ہے۔ درمختار میں علاوہ بریں

والتصدق بالمنفعۃ ولو فی الجملۃ و
صرف منفعتہا علی کل من احب و
لو غنیا فیلزم فلا یجوز ابطالہ
ولا یورث عنہ وعلیہ الفتوی (ابن
الکمال وابن الشحنۃ (درمختار ص۳)

یہ بھی کہا ہے کہ اسکی آمدنی کا صدقہ خیرات
ہونا اگرچہ کسیقدر اور کسی وقت میں
ہو اور اسکا صرف کرنا جسپر وقف کنندہ
چاہے اگرچہ غنی ہو۔ اس کے حاشیہ
ردالمحتار میں وقف کے صدقہ ہونے
کو اگرچہ فی الجملہ ہو ترجیح دی ہے۔ اور قول ابن کمال جس میں وقف اغنیاء
کو بلا تصدق وقف قرار دیا گیا ہے۔ رد کیا ہے۔
چنانچہ کہا ہے تصدق فی الجملہ کہنے سے وہ وقف جو خود وقف کنندہ کے

قولہ فی الجملۃ فیدخل فیہ الوقف علی
نفسہ ثم علی الفقراء وکذا الوقف علی
الاغنیاء ثم الفقراء لما فی النہر
عن المحیط لو وقف علی الاغنیاء وحدہم
لم یجز لانہ لیس بقربۃ اما لو جعل
اٰخرہ للفقراء فانہ یکون قربۃ فی
الجملۃ انتہی وبہذا التعمیم صار التعریف
جامعا واستغنی عما زادہ فیہ الکمال
وتبعہ ابن الکمال من قولہ او صرف

لیے یا اور اغنیاء کے لیے ہو مگر اخیر کو
فقیروں کے لیے ہو جاوے داخل ہو
گیا۔ یہ شرط (اخیر کو فقراء کے لیے ہو جانے
کی) اسلئے لگائی ہے کہ نہر الفائق میں
کتاب محیط سے منقول ہے۔ کہ اگر کوئی
صرف غنیوں کے لیے وقف کرے
تو جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اسمیں قربت
الٰہی نہیں پائی جاتی لیکن اگر اخیر کو فقیروں
کے لیے کیا جاوے تو وہ فی الجملہ قربت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منفعتها الی من احب وقال لان الوقف یصح
لمن یحب من الاغنیاء بلا قصد القربة و
هو ان کان لابد فی آخره من القربة بشرط
التابید کالفقراء ومصالح المسجد لکنه یکون
وقفا قبل انقراض الاغنیاء بلا تصدق انتہی
افاده فی النهر واجاب فی البحر ایضا بانه قد
یقال ان الوقف علی الغنی تصدق بالمنفعة
لان الصدقة تکون علی الاغنیاء ایضا وان
کانت مجازا عن الهبة عند بعضهم وصرح
فی الذخیرة بان فی التصدق علی الغنی نوع
قربة دون قربة الفقیر انتہی واعترضه
حینئذ بان هذا النوع من القربة لو کفی
فی الوقف یصح الوقف علی الاغنیاء من
غیر ان یجعل آخره للفقراء وعلمت تصریح
المحیط بانه لا یصح وسیاتی قبیل الفصل قلت
والجواب الصحیح ان الوقف تصدق ابتداء
وانتهاء اذ لا بد من التصریح بالتصدق او علی
وجه التابید او ما یقوم مقامه کما یاتی
تحقیقه - ولکنه اذا جعل اوله علی معینین
صار کانه استثنی ذلک من الدفع الی
الفقراء کما صرحوا به ولذا اذا وقف علی
بنیه ثم علی الفقراء ولم یوجد الا ابن
واحد یعطی النصف والنصف الباقی

ہو جاتی ہے۔ اس کہنے سے تعریف وقف
جامع ہو جاتی ہے اور جو کمال نے اور اسکے
متابعت سے ابن کمال نے وقف اغنیاء کو
وقف میں شامل کرنے کے لیے تعریف وقف
میں یہ لفظ کہ اسکے نفع کو جسپر چاہے صرف
کرے بڑھا دیا ہے اور اس وقف کے صحیح
بنانے کو یہ کہا ہے کہ وقف اغنیا کے لیے بلا قصد
قربت ہوتا ہے اور اس وقف میں اگرچہ اخیر
کو ہمیشہ کے لیے قربت کا ہونا ضروری ہے۔
لاکن وہ قبل اختتام غنیوں کے بدون صدقہ
وقف رہتا ہے اسکی کچھ حاجت نہیں۔ یہ بات
نہر الفائق میں بیان کی ہے اور کتاب بحر الرائق
میں اس (وقف اغنیا) کے صحیح کرنے کیلئے
یہ کہا ہے کہ غنی پر وقف بھی صدقہ ہے۔ کیونکہ
غنیوں کے لیے بھی صدقہ ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ
مجازاً ہدیہ ہے۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ غنی پر
صدقہ کرنے میں بھی ایک طرح کی قربت ہے۔
اگرچہ وہ قربت صدقہ فقرا سے کم ہے اسپر یہ
اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اسقدر قربت وقف
میں کافی ہو تو چاہیئے کہ غنیوں کے لیے وقف
بدون اس شرط کے کہ وہ اخیر کو فقیروں کیلئے
ہو جاوے صحیح ہو حالانکہ محیط کی روایت سے
معلوم ہو چکا ہے کہ ایسا وقف جو صرف غنیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

للفقراء لان ما يطل من الوقف على ابن
صار للفقراء لأن الوقف خرج عن ملك
الواقف بقوله صدقة موقوفة ابدًا فقد
ابتدا بالصدقة وختم بها كما قاله الخصاف
فعلم انه صدقة ابتداء لا يخرجه عن ذلك
اشتراط صرفه لمعين" (رد المحتار مصرية
صـ۵۰۳ ـ جلد ۳)

کے لیے ہو صحیح نہیں ہے۔ پس صحیح جواب (وقف اغنیاء کے شبہ سے) یہی ہے کہ وقف ابتداء وانتہاء میں صدقہ ہے۔ اس کو صاف طور پر صدقہ کہنا یا ایسے طور پر جس سے صدقہ ہونا مفہوم ہو ضروری ہے۔ چنانچہ اسکی تحقیق آگے آتی ہے۔ لیکن جب اسنے اسکو ابتداء میں خاص لوگوں کے لیے مقرر کیا تو گویا اس ابتدائی مصرف کو عطائے فقراء سے مستثنیٰ کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اپنی اولاد کے لیے پھر فقیروں کے لیے وقف کرے اور بجز ایک بیٹے کے اس کی اولاد نہ ہو تو بیٹے کو نصف ملے گا۔ اور باقی نصف فقیروں کو اسلیئے کہ جو اس بیٹے سے جاتا رہا وہ فقیروں کا ہو گیا۔ کیونکہ وقف ملک وقف ہی صدقہ موقوفہ کہنے سے نکل گیا۔ اس لیے کہ اس نے اسکو پہلے ہی صدقہ یعنی لفظ صدقہ بولا اور اخیر کو بھی صدقہ کہا یعنی لفظ وقف بولا (جو فقیروں کے لیے عرفاً مخصوص ہے۔ چنانچہ اسکی تحقیق بھی اس تحقیق سابق الذکر میں آتی ہے) اس سے ثابت ہوا کہ وقف (اغنیاء پر کیوں نہو) ابتداء میں بھی صدقہ ہوتا ہے۔ اس صدقہ ہونے سے اس کا کسی خاص محل صرف (اغنیاء یا اولاد) سے مشروط ہونا اسکو خارج نہیں کرتا۔

اور نیز در مختار میں کہا ہے وقف تین قسم ہے (۱) یا تو وہ صرف فقراء کے لیے ہوگا (۲) اور یا اغنیاء کے لیے ان کے بعد فقراء کے لیے (یہ وہ وقف خاص ہے جو اپنی اولاد یا دوسرے اغنیاء کے لیے وقف کر دیا جائے اور اسکے ساتھ لفظ صدقہ کہدیا جائے یا وقف برائے خدا (۳) یا وہ وقف جس سے غنی وفقیر سب مساوی طور سے فائدہ اٹھاویں جیسے مہمان سرائے کاروان سرائے قبرستان - سقاوہ پل

الوقف على ثلاثة اوجه اما للفقراء
او للاغنياء ثم للفقراء او يستوى
فيه الفريقان كرباط وخان ومقابر و
سقايات وقناطر ونحو ذلك كمساجد
طواحين وطست لاحتياج الكل لذلك
(در مختار صـ۳۹۴)

© rasailojaraid.com

مسجد وخراس وکنواں وغیرہ جسکی طرف سب کو یکساں حاجت ہوتی ہے۔

ان اقسام کے قسم دوم سے وقف ناہ اغنیاء کا وقف کہلاتا ہے۔ وہ بھی ایسی صورت میں وقف شرعی ہوسکتا ہے جبکہ اسمیں لفظ صدقہ یا اور ایسا لفظ لگایا جاوے جس سے آخر وہ فقراء کے لئے ہوجائے اور اغنیاء کے ختم ہوجانے سے وہ ختم ہوجائے بلکہ وہ ہمیشہ کیلئے رہے اور اگر اسمیں ایسا لفظ نہ لگایا جاوے اور اسکو اغنیاء سے ایسے طور پر خاص کیا جاوے کہ ان اغنیاء کے منقطع اور ختم ہوجانے سے وہ وقف بھی ختم ہوجائے تو وہ وقف شرعی وقف نہیں رہتا۔ بلکہ وقف باطل کہلاتا ہے۔ چنانچہ عبارت ردمحتار میں محیط سے نقل ہوچکا ہے۔ اس مدعا کو برہان شرح مواہب الرحمن اور ہدایہ اور عالمگیری اور ردالمحتار میں اس عنوان سے ادا کیا ہے کہ وقف شرعی تب ہی ہوتا ہے جبکہ اسمیں مصرف منقطع ہونے والا بیان کیا گیا ہو برہان شرح مواہب الرحمن میں کہا ہے۔ وقف میں دائمی مصرف کا ذکر چھوٹ جاوے تو بھی وقف صحیح ہوجاتا ہے۔ یہی امام مالک اور امام احمد کا قول ہے۔ اور ایک قول امام شافعی رح کا ہے پھر جب وہ مصرف باقی نہ رہے گا تو وہ وقف فقیروں کی طرف پھیرا جائے گا یہی قول ہے امام مالک کا اور ایک روایت میں امام احمد کا اور ایک قول امام شافعی کا ہے انکا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ وقف وقف کنندہ کے قرابتیوں کی طرف جو محتاج ہونگے پھیرا جاوے گا۔ ایسا ہی امام احمد کا

وصح ترك ذكر مصرف موبد بان ذكر جهة تنقطع وبه قال مالك واحمد والشافعي في قول فاذا انقطع صرف الى الفقراء وبه قال مالك واحمد في رواية والشافعي في قول وقال في قول اخر يصرف الى اقارب الواقف المحتاجين وبه قال احمد في رواية وعن احمد انه يوضع في بيت المال وقال ابو حنيفة ومحمد لا يصح الوقف حتى يذكر مصرفا مؤبدا لان مقتضى الوقف

برہان شرح مواہب الرحمن شیخ ابراہیم بن موسے حنفی طرابلسی مؤلف اسعاف فی احکام الاوقاف کی تالیف ہے جو نویں صدی کے ... [illegible]

© rasailojaraid.com

ذوال الملك بدون التمليك وانه مؤبد
كالمعين فاذا كانت الجهة متوهمة
الانقطاع لا يتوفر على الوقف مقتضاه
ولهذا كان التاقيت مبطلا للوقف كالتاقيت
للبيع ولابي يوسف ان المقصود وهو
التقرب الى الله تعالى يحصل بالصرف
الى جهة تنقطع والى جهة لا تنقطع
وقيل التابيد شرط بالاتفاق الا ان
ابا يوسف لا يشترط ذكر التابيد لان
لفظ الوقف والصدقة منبئة عنه وعن
محمد يشترط لان الوقف صدقة بالمنفعة
او بالغلة وذلك قد يكون موقتا وقد
يكون مؤبدا فمطلقه لا ينصرف الى
المؤبد وفي المحيط لو قال ارضي هذه
صدقة موقوفة او محرمة او محبوسة
ولم يذكر التابيد صح الوقف الا عند
ابي يوسف بن خالد السمتي تلميذ ابي
حنيفة فان ذكر التابيد عنده شرط
والصحيح انه ليس بشرط (برهان شرح
مواهب الرحمن من عينه -)

ایک قول ہے - دوسرا قول انکا یہ ہے کہ
وہ اسلامی بیت المال میں داخل ہوگا -
(جس میں مسکینوں کا حق ہوتا ہے) امام
ابو حنیفہ و امام محمد کا قول ہے کہ جب تک
ایسے مصرف کا جو دائمی ہو ذکر وقف میں
نہ ہو وقف صحیح نہیں ہوتا کیونکہ وقف کا حکم
ہے کہ مال وقف سے وقف کنندہ کی ملک بغیر
اسکے کہ وہ کسیکو اسکا مالک بنائے دور ہو جاتی
ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے وقف ہوتا ہے پھر اگر
اس کا مصرف ایسا ہو جس میں منقطع ہو جانے
کا احتمال ہو تو وقف کا مقتضا پورا نہوا - لہذا
اس کا ایسا مصرف مقرر کر دینا جو اسکو موقت
و محدود کر دے وقف کا مبطل ہوگا امام
ابو یوسف کی یہ دلیل ہے کہ وقف سے مقصود
خداتعالے کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور وہ
دونو مصرف (محدود و غیر محدود میں) حاصل
ہو سکتا ہے یعنے جب تک محدود ہے گا اس
سے وہ مقصود حاصل ہوگا اور جب مصرف
محدود اٹھ جائیگا تب وہ غیر محدود
کی طرف پھیرا جائیگا) بعضے کہتے ہیں کہ

وقف میں ہمیشگی مصرف کا لحاظ سب کے نزدیک ضرور ہے مگر امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا ذکر بوقت وقف ضروری شرط نہیں ہے کیونکہ لفظ وقف اور لفظ صدقہ (جو اسکے ساتھ ملا یا جاتا ہے) خود اس ہمیشگی کے مراد ہونے سے خبر دیتے ہیں - امام محمد سے روایت ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسکا ذکر بوقت وقف شرط ہے۔ کیونکہ وقف میں آمدنی کا صدقہ ہوتا ہے۔ اور وہ کبھی محدود و موقت مصرف میں ہوتا ہے۔ اور کبھی دائمی پھر اگر وہ بے قید رہے تو اس سے دائمی صدقہ مراد نہیں لیا جا سکتا۔ محیط میں کہا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میری فلاں زمین صدقہ ہے۔ وقف کیا گیا اور بنام خدا لکھا گیا اور خدا کی راہ میں بند رکھا گیا۔ اور ہمیشگی کا اسمیں ذکر نہ کیا گیا ہو۔ تو وہ وقف صحیح ہے۔ مگر ابو یوسف بن خالد سمتی شاگرد امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہمیشگی کا ذکر اسمیں شرط ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ وہ ذکر شرط نہیں ہے۔

اور ہدایہ میں کہا ہے۔ امام ابو حنیفہ و امام محمد رح کے نزدیک وقف پورا نہیں ہوتا جبتک کہ اسکا اخیر ایسا نہ کیا جائے جو ہمیشہ کو رہے اور منقطع نہ ہو جاوے یعنی فقیروں کے لیے نہ ٹھہرایا جاوے اور امام ابو یوسف رح نے کہا ہے کہ اگر اس میں ایسا مصرف مقرر کیا جاوے (جیسے اولاد یا اغنیاء کو مقرر کرنا) تو بھی جائز ہے اور بعد منقطع ہو جانے اس مصرف کے وہ فقراء کے لیے خود بخود ہو جائے گا اگرچہ وقف کنندہ نے انکا نام نہیں لیا انکی دلیل یہ ہے کہ وقف سے مقصود خدا کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور وہ دونو صورت (مصرف کو محدود کرنے اور مصرف کو بد رکھنے) سے حاصل ہو سکتا ہے اور اخیر کو وقف کا فقراء کے لیے ہو جانا تو عین موجب لازم وقف ہے اور لفظ وقف اور صدقہ خود اس سے خبر دیتے ہیں۔ پھر اگر اس نے نام نہ لیا تو کیا ہوا۔

قال ولا یتم الوقف عند ابی حنیفة و محمدؒ حتی یجعل اٰخرہ بجھة تنقطع ابدًا وقال ابو یوسف اذا سمی فیہ جھة تنقطع جاز وصار بعدھا للفقراء وان لم یسمھم لابی یوسف ان المقصود ھو التقرب الی اللہ یتوفر علیہ لان التقرب تارۃ یکون فی الصرف الی جھة تنقطع ومرۃ بالصرف الی جھة تتابد الی قولہ لان لفظ الوقف منبئ عنہ۔

(ہدایہ صفحہ ۶۱۹)

اور فتاوے عالمگیری میں ہے۔ امام ابو حنیفہ و امام محمد کے نزدیک وقف کی شرطوں میں سے یہ بھی ہے کہ اسکی اخیر صورت ایسی ہو جو منقطع نہ ہو اگر اس بات کا اسمیں ذکر نہ ہو تو انکے

وفی العالمگیری ومن شروط الوقف ان یجعل اخرہ بجھة لا تنقطع ابدًا عند ابی حنیفة

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ومحمد وان لم یذکر ذلک لم یصح عندهما وعند ابی یوسف ذکر هذا لیس بشرط بل یصح وان سمی جهة تنقطع ویکون بعدها للفقراء وان لم یسمهم لان قصد الواقف ان یکون اخیره للفقراء وان لم یسمهم فکان تسمیة هذا الشرط ثابتا دلالة

نزدیک وقف صحیح نہیں ہے۔ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ابات کا ذکر کرنا شرط صحت وقف نہیں بلکہ وقف منقطع ہو جانے والی صورت کے ذکر کرنے سے بھی صحیح ہو جاتا ہے پھر وہ وقف بعد منقطع ہو جانے صورت کے خود بخود فقراء کے لئے (یعنے دائمی) ہو جاتا ہے اگرچہ انکا نام نہ لیا ہو۔ یہ فقرار کا نام دلالۃً و معنًا ثابت ہے۔

ایسا ہی در مختار کے حاشیہ رد المحتار میں بہت بسط و تفصیل سے تحقیق کیا ہے کہ وقف مقید و مخصوص باغنیاء و اولاد و اقارب باطل ہے۔ ایسا وقف تب ہی صحیح و جائز ہو سکتا ہے کہ اسمیں لفظ صدقہ لگایا جاوے۔ یا اسمیں فقرار کو بھی شامل کیا جاوے جس سے اسکا دوامی وغیرہ منقطع ہونا ثابت ہو۔

چنانچہ فرمایا ہے کہ اسعاف میں کہا ہے کہ جب وقف کنندہ کہے میری یہ زمین

قال فی الاسعاف لو قال وقفت ارضی هذه علے ولد زید وذکر جماعة باعیانهم لم یصح عند ابی یوسف ایضا لان تعیین الموقوف علیه یمنع ارادة غیره بخلاف ما اذا لم یعین یجعلها ایاه علی الفقراء۔ الا تری انه فرق بین قوله موقوفة وبین قوله موقوفة علے ولدی فصح الاول دون الثانی لان مطلق قوله موقوفة ینصرف الی الفقراء عرفا فاذا ذکر الولد صار مقیدا

اولاد زید کے لیے وقف ہے۔ اور ایک جماعت خاص کا ذکر کرے تو یہ وقف ابو یوسف کے نزدیک ہی صحیح نہیں اسلئے کہ اون لوگوں کا مقرر کر دینا دوسروں کی مراد ہونے سے روکتا ہے بخلاف اس صورت کے کہ کسی شخص کو مقرر نکرے اس صورت میں اسنے وقف کو گویا فقیروں کے لیئے کر دیا کیا تجھے معلوم نہیں کہ وقف کہنے اور فلانے کے لیے وقف کہنے میں فرق ہے؟ بصورت اولے وقف صحیح ہے نہ بصورت ثانی اسلیے کہ بلا قید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فلا یبقی الوقف فظهر بهذا ان الخلاف بینهما فی اشتراط ذکر التابید وعدمه انما هو فی التنصیص علیه او علی ما یقوم مقامه کالفقراء ونحوهم واما التابید معنیً فشرط اتفاقاً علی الصحیح وقد نص علیه محققو المشایخ انتہی۔

قلت ومقتضاه ان المقید باطل اتفاقاً لکن ذکر فی البزازیة ان عن ابی یوسف فی التابید روایتین الاولی انه غیر شرط حتی لو قال وقفت علی اولادی ولم یزد جاز الوقف واذا انقرضوا عاد الی ملکه لو حیاً والا علی ملک الوارث۔ و الثانیة انه شرط لکن ذکره غیر شرط حتی تصرف الغلة بعد الاولاد الی الفقراء ومقتضاه انه علی الروایة الاولی یصح کل من الوقف والتقیید وعلی الثانیة یصح الوقف ویبطل التقیید لکن ذکر فی البحران ظاهر المجتبی والخلاصة ان الروایتین عنه فیما اذا ذکر لفظ الصدقة اما اذا ذکر لفظ الوقف فقط لا یجوز اتفاقاً اذا کان الموقوف علیه معیناً انتہی قلت لیشهد له ما فی الذخیرة لو قال ارضی هذه صدقة موقوفة فهی وقف بلا خلاف

وقف کہنے سے تو وہ بحکم عرف فقیروں کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اور جب اس نے وقف کے ساتھ اولاد کا ذکر کر دیا تو لحاظ عرف کا موقع باقی نہ رہا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ صاحبین کا اختلاف لفظ دوام (یا جو اسکے قائمقام ہو) کی زبان سے بولنے میں ہے۔ معنوں میں دوام کا مراد ہونا سب کے نزدیک شرط ہے۔ چنانچہ محققوں نے کہا ہے۔ میں کہتا ہوں (مؤلف ردالمحتار کا قول ہے) اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو وقف خاص اغنیا، یا اولاد سے مقید ہو وہ بالاتفاق باطل ہے۔ لیکن بزازیہ میں ہے کہ امام ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ دوامی کہنا شرط نہیں حتی کہ اگر صرف اتنا ہی کہے کہ میں نے اولاد کے لیے وقف کیا اور اس سے کچھ زیادہ نہ کہے تو وقف صحیح ہے۔ پھر جب وہ اولاد نہ رہی تو وہ وقف ملک واقف میں آجاتا ہے۔ اگر خود زندہ ہو یا اسکے اور وارثوں کو ملجاتا ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ دوامی ہونا شرط ہے مگر اس کا ذکر کرنا شرط نہیں اسلیے وہ غلہ بعد تمام ہو جانے اولاد کے فقیروں کی طرف مصرف ہوگا۔

© rasailojaraid.com

اذا لم یعین انسان فلو عین وذکر مع لفظ الوقف لفظ صدقة بان قال صدقة موقوفة علی فلان جاز ویصرف بعده الی الفقراء ثم نقل تائیده عن الهدایة والخانیة والقدوری والملتقی والنقایة وغیرها من المعتبرات۔ ثم قال والحاصل انه لا خلاف عندهما فی صحة الوقف مع عدم تعیین الموقوف علیه اذا ذکر لفظ التابید او ما فی معناه کالفقراء وکلفظ صدقة موقوفة ولکونه موقوفة لله تعالی ولکونه موقوفة علی وجوه البر لانه عبارة عن الصدقة وانه لا خلاف فی بطلانه لو اقتصر علی لفظ موقوفة مع تعیین کموقوفة علی زید خلافاً لما فی البزازیة وانما الخلاف بینهما لو اقتصر بلا تعیین او جمع مع التعیین کصدقة موقوفة علی فلان فعند ابی یوسف یصح ثم یعود الی الفقراء وهو المعتمد وقیل یعود الی المالک والمراد بالمعین ما یحتمل الانقطاع کاولاد زید او فقراء قرابة فلان وهم یحصون۔

فاغتنم تحریر هذا المحل فانک لا تجده فی غیر هذا الکتاب والحمد لله تعالی ملهم الصواب

(رد المحتار ص ۵۰۵ ج ۳)

اس کا مقتضائے یہ ہے کہ بنا بر پہلی روایت کے وقف اور قید منافی دوام دونو صحیح ہیں اور دوسری روایت پر وقف صحیح ہے قید باطل ہے۔ لیکن جب ایرائق میں (اس روایت بنازیہ کی تاویل میں) لکھا ہے کہ مجتبے اور خلاصہ کے ظاہر الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ دونو روایتیں اس صورت میں ہیں کہ لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ کا بھی ذکر کرے تو بصورت تقرری مصرف کے وقف جائز ہوگا ولیکن اگر صرف لفظ وقف بدون لفظ صدقہ کہے تو بالاتفاق وقف جائز نہوگا۔

میں اصاحب ردالمختار کا کہنا ہوں کہ قول صاحب تحریر کا ناہر ہے جو ذخیرہ میں کہا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میری زمین صدقہ ہے وقف کیا ہوا۔ تو یہ بلا خلاف وقف ہے۔ اگر کسی آدمی کو اسکے لئے مصرف مقرر نکرے اور اگر کسی آدمی کو خاص کردے تو ساتھ وقف کے لفظ صدقہ بھی ذکر کرے اور یوں کہے کہ یہ صدقہ ہی فلانے شخص پر وقف کیا ہوا تو بھی جائز ہے۔ اور اس شخص کے بعد وہ فقیروں کے لیے ہوجائے گا۔ پھر صاحب ردالمختار نے اسکی تائید ہدایہ۔ خانیہ۔ قدوری۔ ملتقی۔ نقایہ وغیرہ معتبرات حنفیہ سے نقل کی ہے پھر کہا ہے حاصل یہ ہے کہ

© rasailojaraid.com

اگر وقف میں کسی شخص کو مصرف مقرر نہ کرے اور لفظ دوام یا جو اوسکے معنے میں ہو جیسے لفظ فقراء یا لفظ صدقہ موقوفہ یا لفظ وقف شدہ بلئے خدا۔ یا لفظ وقف شدہ بصورت خیرات ذکر کرے تو اس وقف کے جائز ہونے میں صاحبین کا اختلاف نہیں ہے۔ اور اگر صرف لفظ وقف (بلا صدقہ) کہے بجز اسکو کسی شخص سے مخصوص و معین کردے تو اسکی عدم جواز میں انکا اختلاف نہیں۔ یہ بات بزازیہ کے مخالف ہے اختلاف صاحبین کا انہی صورتوں میں ہے کہ صرف لفظ وقف (بلا صدقہ) بلا تعیین مصرف کہے یا لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ بھی ملائے اور مصرف کو بھی معین کردے۔ ابو یوسف رح کے نزدیک یہ وقف صحیح ہوگا۔ پھر بعد اختتام ان اشخاص معینہ کے وہ فقراء کے لیے ہو جاوے گا۔ اور اسی بات پر اعتماد ہے اور بعض کہتے ہیں وہ بعد انقراض ان اشخاص کے مالک کی طرف رجوع کرے گا۔ اور مصرف معین سے وہ محل مراد ہے جو منقطع ہو جانے کا محتمل ہو۔ جیسے زید کی اولاد یا کسی گاؤں کے فقیر جو شمار میں آتے ہوں۔ اس تحریر کو غنیمت سمجھ لے۔ اسکو بجز اس کتاب کے اور کہیں نہ پاوے گا۔ عبارت ہدایہ اور برہان میں جو منقول ہوا ہے کہ وقف سے تقرب الی اللہ مقصود ہوتا ہے۔ ایسا ہی اور کتب معتبرہ حنفیہ وغیرہ میں بیان ہوا ہے۔ عالمگیری میں کہا ہے کہ وقف سے مطلوب اور اسکی علت غائی خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ ایسا ہی فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں کہا ہے۔ ان سب عبارات کتب معتبرہ اور اقوال علماء ائمہ مذاہب اربعہ سے یہ امر بطور اصول موضوعہ ثابت ہے کہ وقف شرعی وہی ہوتا ہے جس سے تقرب بارگاہ الٰہی اور ثواب اخروی مطلوب ہو۔ اور اسکا صدقہ جاریہ غیر منقطعہ ہونا اسکی حقیقت میں داخل ہے جو صرف دو ہی صورتوں سے ہو سکتا ہے (۱)۔ اگر اسمیں صرف وقف بولا جائے تو اسکا مصرف ایسا محدود و منقطع مقرر

> اما سببہ فطلب الزلفی۔
> (عالم گیری)
>
> وسببہ ارادة محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحیاء وفی الآخرة بالتقرب الی رب الارباب۔
> (فتح القدیر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نکر دیا جائے جسکے قطع وختم ہوجانے سے وہ وقف منقطع ہوجائے اور وہ صدقہ جاریہ ٹھہرے (جیسے کوئی خاص شخص یا اسکی اولاد)۔(۲) اگر لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ وخیرات یا فی سبیل اللہ یا بنام خدا بولا جاوے تو اُس صورت میں کسی خاص شخص (اپنی ذات یا اپنی اولاد یا دوراغنیار) کو مصرف ٹھہرانے کی حالت میں امام ابوحنیفہ وامام محمدؒ کے نزدیک ان اشخاص کے ساتھ عام فقرار کا ذکر کردینا اور یہ کہہ دینا ضروری شرط وقف ہو کہ اگر وہ خاص اشخاص نہ رہیں تو وہ وقف عام فقراء کو ملے اور امام ابویوسف کے نزدیک یہ ذکر ضروری شرط نہیں ہے جب وہ خاص اشخاص نہیں گے تو وہ وقف خود بخود فقرار ومساکین کی طرف پھیرا جاوے گا اور اون کو شامل ہوجاوے گا یہ عموم وشمول لفظ صدقہ کا بین مفہوم ہے یا محذوف منوی جس کو انگریزی میں انڈرسٹنڈ کہتے ہیں۔ یہ وقف عام و وقف خاص کے متعلق عام اصول فقہا ہے اس اصول پر متفرع چند فروعات عبارات سابقہ کے ترجمہ میں منقول ہوچکے ہیں۔ ان کی مانند متن میں چند فروعات جزیہ اور نقل کیجاتی ہیں۔

فتاوے عالمگیری میں ہے۔

(۱) رجل قال ارضی صدقۃ موقوفۃ علی نفسی یجوز ھذا الوقف۔

(۲) ولو قال وقفت علی نفسی ثم من بعدی علی فلان ثم علی الفقراء جاز۔

(۳) ولو قال ارضی موقوفۃ علی فلان ومن بعدہ علی او قال علی وعلی فلان او علی عبدی وعلی فلان المختار انہ یصح۔

(۴) وکذا لو قال علی ولدی وعلی من

(۱) ایک شخص نے کہا یہ میری زمین میرے لیے وقف ہے تو یہ وقف جائز ہے۔

(۲) ایک شخص نے کہا کہ مینے اپنی زمین کو اپنے نفس کے لیے اور میرے بعد فلاں شخص کے لیے پھر محتاجوں کے لیے وقف وخیرات کیا تو یہ وقف جائز ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص کہے کہ میری زمین فلاں شخص کیلئے وقف ہے اور اسکے بعد میرے لیے یا میرے لیے اور فلاں شخص کے لیے یا میرے غلام اور فلاں شخص کیلئے تو مذہب مختار یہ ہے کہ وقف

(۴) اور اسی طرح وقف صحیح ہے کہ اگر کوئی کہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یحدث لی من الولد فاذا انقرضوا فعلی المساکین۔

کہ میں نے اپنی زمین اپنے بچے کے لیے جو آیندہ پیدا ہو وقف کی ہے مگر جب وہ نہ ہوں تو وہ وقف مساکین کے لیے ہوگا۔

(۵) ولو قال ارضی هذه صدقة موقوفة علی من یحدث لی من الولد ولیس له ولد یصح۔

(۵) اگر کوئی شخص کہے کہ میری یہ زمین اس بچے کے لیے وقف ہے جو پیدا ہوگا۔ حالانکہ بالفعل اسکے لیے کوئی بیٹا نہیں ہے تو یہ وقف صحیح ہوگا۔

فاذا ادرکت الغلة تقسم علی الفقراء فان حدث له ولد بعد القسمة تصرف الغلة التی توجد بعد ذلك الی هذا الولد ما بقی هذا الولد فان لم یبق له ولد صرفت الغلة الی الفقراء کذا فی فتاوی قاضیخان۔

جب غلہ (آمدنی) وقف کا وقت آجائے (اور اولاد پیدا نہ ہو) تو وہ غلہ فقراء پر تقسیم ہوگا اگر پیچھے کر اولاد پیدا ہو جاوے تو غلہ آیندہ اُن پر صرف کیا جائے گا پھر جب اولاد باقی نہ رہے تو غلہ فقراء پر تقسیم ہوگا۔ ایسا ہی فتاوے قاضی خان میں ہے۔

(۶) رجل قال ارضی هذه موقوفة علی ولدی کانت الغلة لولد صلبه یستوی فیه الذکور والاناث واذا جاز هذا الوقف فما دام یوجد واحد من ولد الصلب کانت الغلة له لا لغیره فان لم یبق واحد من البطن الاول تصرف الغلة الی الفقراء (عالمگیری)

(۶) ایک آدمی نے کہا میری یہ زمین صدقہ ہے جو میری اولاد کے لیے وقف ہے تو آمدنی اس زمین کی اس کی صلبی اولاد کے لیے ہوگی (مرد ہوں خواہ عورتیں) اور جب یہ وقف جائز ہو تو جب تک کوئی اسکی صلبی اولاد سے موجود ہوگا آمدنی وقف اسی کے لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہیگی اور جب صلبی اولاد سے کوئی نہ رہے گا تو وہ آمدنی فقیروں کی طرف پھیری جائے گی۔ یعنی اولاد کی اولاد کو نہ دی جائے گی۔

اُن روایات میں سے دوسری۔ اور چوتھی اور پانچویں روایت میں وقف خاص اشخاص کا عام ہوجانا اسواسطے قرار دیا گیا ہے کہ انہیں وقف کنندہ کی صاف تصریح وبیان سے وہ وقف آخر عام فقراء ومساکین کے واسطے مقرر کیا گیا تھا اور پہلی اور تیسری اور چھٹی روایت میں اسواسطے وقف خاص کو وقف عام قرار دیا گیا ہے کہ اسمیں لفظ وقف اور لفظ صدقہ اسکو عام ہونے سے خبر دیتے ہیں۔ لہذا باوجودیکہ وقف کنندہ نے اسکو خاص وقف قرار دیا تھا وہ خود بخود وقف عام ہو جائے گا۔ جب خاص وہ لوگ نہ رہینگے۔

اِن اصول وفروع فقہیہ سے جیسا کہ اس وقف خاص کا جو اولاد او اغنیاء کے لیے کیا جائے۔ مگر آخر کو بعد انقراض وختتام اولاد و اغنیاء کے اسکو عام فقراء ومساکین کے لیے وقف کنندہ کے تصریح وبیان سے کیا گیا ہو۔ اور اس سے مقصود ثواب آخرت وقرب الہی ٹھہرایا گیا ہو وقف جائز اور وقف شرعی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ویسا ہی اور اسیطرح اس وقف خاص کا جس کو وقف کنندہ اپنی اولاد کے لیے خاص کردے اور اسمیں کوئی ایسا لفظ جو اسکو عام فقراء ومساکین کے لیے کرسکے نہ بولے اور اس سے مقصود ثواب اخروی نہ ٹھہرایا جائے۔ بلکہ صرف ننگ ونام وناموس دنیاوی اور حفظ وضع وخاندان مقصود ٹھہرایا جاوے اور بصورت موجود نہ رہنے کسی فرد اولاد یا خاندان کے اس وقف کی آمدنی کو فقراء ومساکین مسلمین پر صرف کیا جاوے۔ بلکہ وہ ایک غیر اسلامی گورنمنٹ کے ہاتھ واختیار میں چلی جاوے اور وہ اپنی رائے سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس کام تعلیمی یا تمدنی میں چاہیئے اسکو صرف کرے وہ وقف شرعی نہیں ہے۔ بلکہ وقف باطل ہے اور ناجائز اسکی مثال وہ وقف خاندانی ہے جسکو تہذیب الاخلاق ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ میں سرسید نے تجویز کیا تھا۔ اور اسکی نسبت گورنمنٹ کو یہ جتایا اور سمجھایا تھا کہ یہ وقف خاندانی اس وقف مذہبی سے جو فی سبیل اللہ امور مذہبی کے لیے کیا جاتا ہے۔ جیسے مساجد و مدارس مذہبیہ وغیرہ) سے علیحدہ چیز ہے اس وقف للّٰہی و مذہبی سے ثواب آخرت مطلوب ہوتا ہے اور اس وقف خاندان سے اپنی اور اپنے عیال کی پرورش اور خاندان ریاست کی حفاظت اور نام و ناموس کا باقی رکھنا مد نظر ہوتا ہے۔ اور درصورت عدم موجودگی ان تمام اشخاص (یعنے رشتہ داران زوجین) کی جایداد گورنمنٹ میں چلی جاوے گی تا کہ وہ بطور مناسب مسلمانونکی تعلیمی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ ترقی میں خرچ کریں (مثلاً محمدن کالج علیگڈہ میں لگا دیں۔ یا کسی مسلمان کو بیرسٹری پاس کرنے کے واسطے دیدی) اور چونکہ ایسے وقف خاندانی کا شرع محمدی میں کہیں بھی نام و نشان نہ تھا اسلیے سب سے پہلے رسالہ اشاعۃ السنۃ نے اس وقف مجوزہ سرسید کا خلاف کیا۔ اور نمبر ۳ جلد ۴ بابت ۹۷ھ و ۹۸ھ میں کتب مسلم فریقین سے اس کے خلاف کا ثبوت دیا۔

اسوقت کے قائمقام اور نائب سرسید نعمانی صاحب وغیرہ جو اس وقف خاندانی کو گورنمنٹ سے منظور کرانے کی کاروایاں کر رہے ہیں (جسکو وہ اس خاکسار سے مخفی رکھتے ہیں اور باوجودیکہ میں انکو اخبار وکیل امرتسر میں اپنے رسالہ مذکور کی طرف توجہ دلا چکا ہوں وہ اس طرف توجہ نہیں کرتے) اگر اسی اصول سرسید پر اس وقف کی بنا قائم رکھیں گے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو وہ بھی ہرگز کامیاب ہونگے گورنمنٹ اس وقف باطل کو جس میں فقراء و مساکین
کی کبھی شمولیت نہو اور وہ ہمیشہ اغنیاء خاندان کیلئے مخصوص رہے یا بالآخر گورنمنٹ
کے ہاتھ میں چلا جاوے ہرگز شرعی وقف تسلیم نہ کریگی اور اگر وہ اس
وقف خاندانی کو ایسا عام کردینگے جس سے وہ بالآخر فقراء و مساکین
مسلمین کو شامل ہوجاسے جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور کتب فقہ مسلمہ سے
اسکا ثبوت دیا ہے تو گورنمنٹ کو اسکے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہو گا وہ وقف
بعینہٖ ایسا وقف ہوجائیگا۔ جیسا وقف مساجد و مقابر یا مہمان سرا
وغیرہ - اسمیں اور اسمیں فرق ہوگا تو صرف یہ ہوگا کہ یہ اوقاف بالفعل
اور دم نقد فقراء و مساکین کو شامل ہیں اور سب کے لیے یکساں کار آمد ہیں
اور وہ وقف خاندانی ایک وقت کے بعد فقراء و مساکین کو شامل ہوگا
جبکہ اغنیاء خاندان سے کوئی نہ رہیگا یا آمدنی و مال وقف اغنیاء خاندان
سے کچھ فاضل ہوگی اور بچ رہیگی - اس وقف خاص خاندانی کا اصول و فروع
فقہاء کے مطابق خیراتی وقف اور جائز ہونا ثابت ہوا تو اب ہم اس
وقف خاص کے متعلق چند ایسے مسائل بیان کرتے ہیں جنسے اس وقف
خاص خاندانی کا صدقہ و خیرات ہونا ثابت ہو۔ اور جو وقف صدقہ و
خیرات ہونے سے خالی ہو اسکا وقف باطل ہونا ظاہر ہو۔

پہلا مسئلہ

ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ اگر کوئی اپنے وقف میں یہ شرط کرے۔ کہ
اس وقف کا متولی میں رہونگا اور اس کی آمدنی میں اپنے نفس پر
خرچ کرونگا۔ تو یہ شرط امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابو یوسف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واذا جعل الوقف غلۃ الوقف
لنفسہ او جعل الولایۃ الیہ جاز
عند ابی یوسف -
ولا یجوز علی قیاس قول محمدؒ
وھو ھلال الرازی وھو قال الشافعیؒ
وجہ قول محمد ان الوقف تبرع علی
وجہ التملیک بالطریق الذی قدمنا
فاشتراط البعض او الکل لنفسہ یبطلہ
لان التملیک من نفسہ لا یتحقق وصار
کالصدقۃ المنفذہ وشرط بعض
البقعۃ لنفسہ ولابی یوسف ما روی
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاکل
من صدقتہ والمراد بالصدقۃ الموقوفۃ
ولا یحل الاکل منہا الا بالشرط
فدل علی صحتہ ولان الوقف ازالۃ
التملیک الی اللہ تعالی علی وجہ القربۃ
علی ما بیناہ فاذا شرط البعض او
الکل لنفسہ فقد جعل ما صار مملوکا
للہ تعالی لنفسہ لا ان یجعل ملک
نفسہ لنفسہ وھذا جاز کما اذا
بنی خانا او سقایۃ او جعل ارضہ

کے نزدیک جائز ہے امام محمدؒ کے
قول کی وجہ یہ ہے کہ وقف ایک قسم کا
احسان ہے ایسے طور پر کہ مال وقف
خدا کی ملک میں آجاوے پھر اسمیں
بعض یا کل کو اپنے نفس کے لیے مقرر
کر لینا اس تملیک الٰہی کو باطل کرتا ہے
اور اپنے نفس کے لیے تملیک متصور
نہیں - اور یہ امر ایسا ہے جیسے کوئی
کسیکو دم نقد صدقہ دیدے اور یہ
شرط کرے کہ اسمیں کچھ میرا رہا - یا
ایسا کہ مسجد کا فلاں ٹکڑا میرا رہا -
امام ابو یوسف کی جواز پر دلیل یہ
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اپنے اس صدقہ سے جسکو وقف کر چکے
ہیں خود بھی کھایا کرتے اسکے جواز کی
(ایک) وجہ عقلی یہ ہے کہ وقف اپنی
ملک کو خدا کی ملک میں کر دینا ہوتا ہے
بہ نیت تقرب پھر اسمیں سے بعض
یا کل کو اپنے لئے مقرر کیا تو خدا کی
ملک کو اپنے لئے جیسے کوئی کاروان
سرائے یا سقاوہ بنا وے یا اپنی بس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقبرہ او شرط ان ینزلہ او یشرب منہ او ینتفع فیہ ولان المقصود القربۃ وفی التصرف لنفسہ ذلک قال علیہ السلام نفقۃ الرجل علی اہلہ صدقۃ۔

(ھدایہ صـ ۶۲۳)

زمین کو مقبرہ بناوے اور یہ شرط کرے کہ وہ خود بھی اس سرائے میں آئیگا اور اس سقاوہ سے پانی پئے گا اور اس مقبرہ میں مدفون کیا جائیگا۔ اور اسکی ایک وجہ (عقلی) یہ ہے کہ مقصود وقف سے خدا کا قرب حاصل کرنا ہے اور یہ اپنے نفس کے لیے تصرف کرنے سے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کا اپنے گھر والوں کو خرچ دینا بھی صدقہ ہے"

ایسا ہی بعینہ برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے۔ اس شرط کے ساتھ اس وقف کے عام خیرات ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اس شخص کی فوت ہوجانے کے بعد وہ وقف عام فقراء کو پہنچیگا۔ اور اسیقدر اسکی عام خیرات ہونے کے بیے کافی ہے۔

عبارت ہدایہ کے اخیر میں جو حدیث منقول ہے یہ حدیث صحیح مسلم سے بصفحہ (۱۵۸) رسالہ میں نقل ہوچکی ہے۔ اور جو قول امام یوسف کی تائید میں حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صدقہ وقف سے کھایا کرتے یہ صحیح بخاری میں بصفحہ ۹۹۶۔ اور دیگر کتب حدیث میں منقول

لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یاکل آل محمد من ھذا المال

(بخاری صـ ۹۹۶ وغیرہ)

ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہو۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاویں وہ سب فی سبیل اللہ صدقہ ہے اسمیں ہمارے اہل بیت کھایا کرینگے۔ امام ابو یوسف رحمۃ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ قول چونکہ صریح سنت وصحیح احادیث سے ثابت ہے اسلیے ہمارے نزدیک اور صاحب ہدایہ کے نزدیک وہی واجب العمل والاعتماد ہے۔

دوسرا مسئلہ

وقف کنندہ اپنے لیے یا اپنی اولاد کے لیے متولی وقف ہونے اور کبھی اس تولیت سے معزول نہ کئے جانے کے شرط کرے تو اس صورت شرط میں بھی اسکا احکام شریعت سے فسق یا مال وقف میں اسکا اسراف و خیانت ثابت ہونے پر وہ معزول کیا جاویگا۔ اور اسکی شرط مذکور کا کچھ لحاظ نہ ہوگا۔

برہان شرح مواہب الرحمن میں ہے کہ اگر وقف کنندہ اپنے لیے متولی ہونا شرط کرے اور وہ امانت دار نہو تو قاضی (یا حاکم وقت) کو پہنچتا ہے کہ وقف کو اسکے ہاتھ سے نکال لے۔ ایسا ہی اس صورت میں قاضی کو اسکے ہاتھ سے وقف کو نکالنے کا اختیار رہے جبکہ وہ شرط کر چکا ہو اہے کہ قاضی کو اختیار نہوگا کہ وقف اسکے ہاتھ سے نکال لے اور غیر کو متولی کردے کیونکہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے۔

> لو شرط الولایۃ لنفسه وکان غیر مامون علی الوقف فللقاضی ان ینزعه من یده نظرا للفقراء وکذا ان شرط ان لیس للقاضی ان ینزعه من یده ویولیه غیره لانه شرط یخالف لحکم الشریعۃ (برهان شرح مواهب الرحمن)

در مختار میں ہے کہ متولی وقف اگرچہ وقف کنندہ ہو وقف سے بقول بزازیہ وجوباً اتارا جاویگا وقف کنندہ کے سوا کوئی اور متولی ہو تو وہ بطریق اولی اتارا جائیگا۔ ایسا ہی در بحار میں ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ

> وینزع وجوبا (بزازیه) لو الواقف (درر) فغیره اولی غیر مامون او عاجزا (او ظهر به فسق کشرب خمر ونحوه او کان یصرف ماله

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی الکیمیاء (بفرح بحثنا) وان شرط عدم نزعه - ان لاینزع قاضی و لا سلطان لمخالفتہ لحکم الشرع فیبطل - (در مختار ص ۳۹۳)

وہ امانت دار نہو - یا اہتمام انتظام وقف سے عاجز و بے وقوف و نالائق ہو یا اس سے کوئی فسق شراب خوری وغیرہ ظاہر ہو - یا مال وقف کو کیمیا میں لگاتا ہو - یہ بات نہر الفائق میں بحث کے طور پر لکھی ہے - اگرچہ وقف کنندہ یہ شرط کر چکا ہو کہ متولی کو نہ قاضی معزول کرے نہ حاکم وقت - کیونکہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے - لہٰذا باطل ہے لائق لحاظ نہیں -

فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں ہے کہ شرائط وقف کا تب اعتبار ہوگا جبکہ وہ شریعت کے مخالف نہونگی - ایسا ہی رد المحتار میں ہے - ان تصریحات در المختار اور فتح القدیر اور رد المحتار سے صاف ثابت ہے کہ جو فقہا کا قول ہے کہ "شرط الواقف کنص الشارع فی المفہوم والدلالۃ ووجوب العمل" (در المختار ص ۳۹۹) "یعنے وقف کنندہ کی شرط ویسی ہی واجب العمل ہوتی ہے جیسے شارع کا حکم منصوص وہ اسی شرط سے مشروط ہے کہ وہ شرط خلاف شریعت نہو - اس پابندی کے ساتھ واقف جو شرط چاہے اپنے وقف میں کرے - قاضی اور متولی وقف (اگرچہ وہ خود وقف کنندہ ہو) کو لازم ہے کہ اس شرط کے پابند رہیں - یہ مسئلہ فقہیہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے -

قرآن مجید میں ارشاد ہے - فلاح پانے والے وہ مسلمان ہیں

والذین ہم لاماناتہم وعہدہم راعون (المؤمنون ع ۱)
اوفوا بالعہد (بنی اسرائیل ع ۴)

جو اپنے امانتوں اور عہد کو نگاہ رکھتے ہیں اور ارشاد ہے - مومنو اپنے عہدوں اور عقدوں کو پورا کرو -

© rasailojaraid.com

اوفوا بالعقود۔ (مائدہ ع ۱)

شروط وقف بھی عہد و عقد میں داخل ہے،

صحیح بخاری میں حدیث ہے جو شخص ایسی شرط کرے جو کتاب اللہ کے روسے صحیح نہ ہو اس کے لئے اس شرط کا کوئی حق نہیں اگرچہ سو دفعہ شرط کرلے۔

ماکان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل وان اشترط مائۃ شرط۔ (صحیح بخاری ص۲۷۷ و ۳۹۳ وغیرہ)

صحیح شروط ہوں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ مسلمان اپنی شرطوں پر قائم رہتے ہیں۔

المسلمون علی شروطھم

اشاعۃ السنہ جلد ۳ نمبر ۳ کے صفحہ ۸۶ میں اور ص۱۰۴ میں بھی اس مسئلہ پوری تفصیل ہوئی ہے۔ سرسید نے اپنی مجوزہ خاندانی وقف میں اس مسئلہ فقیہہ قرآنیہ وحدیثیہ کا بھی خلاف کیا۔

چنانچہ پہلے اپنی تجویز کے نتائج کے بیان میں کیا ہے تیسری یہ کہ جس ترتیب اور جس قاعدہ سے مالک جایداد نے قرار دیا ہو اس قاعدہ اور ترتیب سے کوئی شخص مثلاً بڑا بیٹا بطور متولی جانشین ہوگا۔ چوتھے یہ کہ جانشین کی ترتیب بالکلیہ مالک جایداد کی مرضی پر اور شرع* کے روسے اختیار ہے کہ مالک جایداد جو مناسب سمجھے اوسکے مطابق طریقہ جانشین مقرر کرے کچھہ ممانعت شرع میں نہیں ہے۔ پھر طریقہ جانشین کے بیان میں کہا ہے دفعہ ۲۲ لغایت ۲۸ جو شخص متولی سے قرابت قریبہ رکھتا ہے اور عمر میں بڑا ہے اس شخص کو استحقاق جانشینی ہوگا۔

اس تجویز میں آپنے صرف متولی کی قرابت اور عمر کا لحاظ کیا ہے دین او

*یہاں لفظ شرع زبان و قلم سے کہا ہے اور طریقہ جانشین کے بیان میں اسکا خلاف کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

چال چلن کو نظر انداز کیاہے۔ آپ کی اس تجویز کا یہ نتیجہ ہے کہ اگر متولی فاسق اور تارک صلوٰۃ۔ شارب الخمر ہوگا۔ بلکہ اسلام سے مرتد ہوجائیگا اور مال وقف کو بیجا صرف کریگا۔ تب بھی وہی متولی رہیگا جو اس مسئلہ دوم فقیہ کے صریح برخلاف ہے۔ اور اس وقف خاندانی کو جس میں ایسا متولی ہو ہرگز ہرگز وقف شرعی نہیں ہونے دیتا۔ تاہم مقام ونائبان سرسید بہی متولی کو ایسا ہی عام و بے قید رکھینگے تو انکا وقف بھی شرعی وقف تسلیم کرنے کے لائق نہ ہوگا گورنمنٹ اس کو وقف شرعی تسلیم نہ کرے۔

تیسرا مسئلہ

وقف علی الاولاد والاقارب بہی چونکہ ایک صدقہ یا ہبہ ہے (جبتک کہ اسکی آمدنی صرف غنیوں پر صرف ہو) اور اسکا تبرع واحسان ہونا ثابت ہوچکا ہے۔ لہٰذا اسمیں جملہ اقربا واولاد وغیرہ متعلقین میں مساوات مرعی رکہنا واجب ہے اور کسی کو اس وقف کے انتفاع سے بلا وجہ شرعی محروم رکھنا او ضرر پہنچانا یا ایک کو دوسرے پر (جو درجہ اور استحقاق میں اسکے مساوی ہو) ترجیح دینا جائز نہیں ہے۔ اشاعۃ السنہ جلد ۳ نمبر ۳ میں صفحہ ۷۶ لغایت ۸۴ تک بسط اور تفصیل دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ وقف کل جایداد اگر وارثوں اور حقداروں کو چھوڑ کر غیروں کے لیے کیا جائے تو وہ وقف مضار و ناجائز ہے اور اسکا مرتکب گناہگار ہے اور اگر وہ وقف اولاد و اقارب وغیرہ حقداروں کے لیے کیا جاوے تو پھر اسمیں بعض وارثوں کا بلا وجہ شرعی بالکل محروم کردینا یا بعض کو بعض پر بلا وجہ ترجیح دینا جائز نہیں ہے وقف مضار کی ممانعت پر آیت قرآن غیر مضار اور حدیث نبوی لا ضرر ولا ضرار اور حدیث سعد بن ابی وقاص ان تذع ورثتك اغنیاء او

© rasailojaraid.com

حدیث نہی عن الحبس اور حدیث لا حبس عن فرائض اللہ سے استدلال کیا گیا۔ اور اسکی تائید میں عبارات صحیح بخاری و دراری مضیہ اور فتح القدیر حاشیہ ہدایہ کو نقل کیا گیا ہے۔ اور ترجیح بعض ورثا کی ممانعت پر حدیث نعمان بن بشیر سے (جس میں انکا منجملہ ایک بیٹے کو غلام ہبہ کرنے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسکو رد کرنے کا حکم دینا مروی ہے۔ اور حدیث ابوہریرہ میں (جس میں دو بیویوں سے ایک بیوی کی طرف جھک جانے پر وعید ہے) استدلال کیا گیا ہے۔

اور چونکہ اس مقام میں زیر بحث وقف علی الاولاد والاقارب ہے لہذا اس وقف کل جایداد کے (جس میں وارثوں کو محروم کرکے غیروں پر وقف کیا جاوے) دلائل پر بحث کرنے اور اسکے ممانعت وارد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں صرف وقف علی الاولاد والاقارب میں بعض کو بعض پر ترجیح دینے اور اس صورت سے انکو ضرر پہنچانے کی ممانعت و دلائل احادیث مذکورہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

کتاب **صحیح بخاری** میں یہ باب منعقد کیا ہے۔ کہ جب بعض اولاد کو دوسروں

باب الھبة للولد اذا اعطے لبعض ولدہ شیئا لم یجز حتے یعدل بینھم ویعطے الاخرین مثلہ ولا یشھد بمثلہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعدلوا بین اولادکم فی العطیة عن النعمان بن بشیر قال اعطانی ابی عطیة فقالت عمرة بنت رواحة لا ارضی حتی

کے سوا کچھ دین۔ تو جائز نہیں جب تک سب میں مساوات و عدل نہ کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کے ہبہ میں عدل کرو۔ پھر نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے کہ میرے باپ نے مجھے کچھ (غلام) دیا تو میری والدہ (عمرہ) نے کہا کہ میں تب خوش ہونگی جب

© rasailojaraid.com

تشهد رسول الله صلعم فاتی رسول الله
صلعم فقال انی اعطیت ابنی من عمرة
بنت رواحة عطیة فامرتنی ان
اشهدک یا رسول الله صلعم قال
اعطیت سائر ولدک مثل هذا قال لا قال
فاتقوا الله واعدلوا بین اولادکم قال فرجع
فرد عطیته (صحیح بخاری ص۳۵۲)

تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اوپر
گواہ کروگے۔ تب اونہوں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوکر یہ حال عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تمنے اور بیٹوں کو
ویسا ہی دیا ہے اونسے کہا نہیں۔
آنحضرت ص نے فرمایا خدا سے ڈرو اور
اپنی اولاد میں انصاف کیا کرو۔ پھر وہ وہاں سے پھرا اور اوس غلام کو (جو
دیا تھا) واپس لیا۔

سُنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله
علیه وسلم قال من کانت له امرأتان
فمال الی احدهما جاء یوم القیمة
وشقه مائل۔ (سنن ابوداؤد ص)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس
شخص کی دو عورتیں ہوں اور وہ بخشش
وغیرہ حقوق میں ایک کی طرف جھک
جاوے یعنے مساواۃ وعدل نکرے تو
قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئیگا کہ اسکی ایک جانب گری ہوگی (اپنے
فالج زدہ ہوگی۔

اس مسئلہ وجوب مساوات پر علمائے اسلام کا اتفاق اور کتب فقہ مذہب حنفیہ وغیرہ
میں ایسے وقف کو جس میں کل یا بعض وارثوں کو ضرر پہنچایا جائے ناجائز
لکھا ہے۔ اس باب میں ایک رسالہ منشی محمد امیر صاحب رئیس عظیم آباد پٹنہ کا شائع
ہوچکا ہے جو مطبع صبح صادق پٹنہ میں چھپا ہے۔ لہذا نقل عبارات کتب فقہیہ
کی جگہ اس رسالہ کا حوالہ کافی سمجھا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرسید نے اس مسئلہ کو فقہ اہل اسلام کا بھی اپنی مجوزہ وقف خاندانی میں خلاف کیا ہے۔ پہلے تو بضمن تمہید یہ لکھا ہے۔ مسلمانوں کی ملکیت میں جو جایداد ہوتی ہے شرع کے بموجب اسکی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک زمانہ حیات مالک میں اور ایک بعد وفات۔ زمانہ حیات میں ہر ایک مالک کو از روے شرع جایداد کی نسبت اختیار کامل حاصل ہوتا ہے۔ چاہے اسکو بیع کر ڈالے چاہے کسیکو بخش دے۔ چاہے وقف کرے۔ چاہے ایک ثلث کی بپابندی قواعد شرع وصیت کردے بعد وفات کے اسکی جایداد اسکے وارثوں کو حسب فرائض تقسیم ہو جاتی ہے وراثت کا مسئلہ بموجب شرع کے ایسا مستحکم مسئلہ ہے کہ کوئی مسلمان اسکی بجا آوری سے انکار نہیں کر سکتا اور کوئی شخص اس میں دست اندازی کا مجاز نہیں۔ وصیت کا مسئلہ بھی قریب قریب وراثت کے مسئلہ کے ہے۔ یعنی کسی شخص کو ثلث مال سے زیادہ وصیت کا اختیار نہیں اور ذو الفروض کے حق میں اسکو وصیت کرنیکا اختیار ہے۔ یہ مسئلہ بھی مثل مسئلہ وراثت ایسا ہے کہ نہ کوئی اسمیں دست اندازی کر سکتا ہے اور نہ اس سے انکار کر سکتا ہے۔ مگر وقف کا مسئلہ جسکا مالک کو بموجب شرع کے اپنے حیات میں اختیار حاصل ہے غور کے قابل ہے۔

پھر اس تمہید کے بعد فتاوے عالمگیری کی وہ روایت متعلق وقف اولاد جو صفحہ ۱۷ الخ میں منقول ہیں اور انکو وقف خاندانی مجوزہ سرسید سے کوئی تعلق نہیں نقل کرکے لکھا ہے۔ کہ مذکورہ بالا روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے مذہب کے رو سے علاوہ مسئلہ وراثت و وصیت و وقف واسطے امور مذہبی کے اپنی جایداد یا اپنی ریاست کو وقف خاندانی کرنیکا بھی اختیار حاصل ہے۔ جس سے مندرجہ ذیل نتائج پیدا ہونگے۔ پھر چار نتائج جس میں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تیسرے چوتھے کا ذکر اس مضمون میں بصفحہ (۱۸۱) ہو چکا ہے۔ بیان کرکے کہا ہے۔ پانچویں یہ کہ مالک جایداد کو اختیار رہے کہ جس جس مقدار سے کہ مناسب سمجھے اور جس جس کے لیے مناسب سمجھے اوسکی آمدنی میں سالانہ مقرر کریں۔ کوئی قید یا ممانعت شرع کے رو سے نہیں ہے۔ پھر طریقہ جانشین بیان کیا جو صفحہ (۱۸۱) منقول ہوا ہے۔ پھر پرورش رشتہ داران کے بیان میں کہا ہے۔ جو دفعہ ۲۹ لغایت ۳۳ پرورش رشتہ داران کے لیے قاعدے بنائے گئے ہیں۔ صوبہ اودھ میں جو ریاستیں تعلقہ داروں کی قائم کی گئی ہیں۔ اونکے رشتہ داروں کی پرورش کا طریقہ جو قانوناً قرار پاگیا ہے۔ وہی طریقہ اس قانون میں رکھا گیا ہے۔ پھر اس اجمال کی تفصیل میں جو آپنے کہا ہے۔ اسمیں سے پانچ قاعدے ہماری تعرض کے لائق ہیں۔ جو ذیل میں منقول ہیں:۔

(۷) ذکور کو اناث پر ترجیح ہوگی اور وہ ذکور جنکی ماں ایک ہی اور باپ مختلف بزمرہ اناث داخل ہونگے۔

۸۔ کبیر السن کی اولاد کو صغیر السن کی اولاد پر ترجیح ہوگی۔

۹۔ ایک باپ کے دو بیٹوں سے جو مختلف ماؤں سے ہوں اس بیٹے کو ترجیح ہوگی جسکی ماں سے اسکے باپ کا نکاح پہلے ہوا ہو۔

۱۰۔ درصورت عدم موجودگی رشتہ داران نسبی کے جایداد شوہر یا زوجہ کو (جیسی صورت ہو) ملیگی۔ لیکن اگر ایک سے زیادہ زوجہ ہوں تو اس زوجہ کو ملیگی جس کا نکاح پہلے ہوا ہو۔

۱۱۔ درصورت عدم موجودگی ان تمام رشتہ داران نسبی وزوجین کے جایداد گورنمنٹ میں چلی جاویگی تاکہ وہ بطور مناسب مسلمانوں کی

© rasailojaraid.com

تعلیمی اخلاقی وتمدنی ترقی میں خرچ کرے دفعہ ۲۹ جب کسی جانشین کے مرنے کے بعد ایسے رشتہ داران باقی رہیں جو آگے مذکور ہونگے تو جانشین وقف کو ایسے ہر رشتہ دار کو اپنے حیات میں یا اسی میعاد تک جو آگے مذکور ہوگی بذریعہ بارہ اقساط مساوی ماہواری کے رواج ملک کے مطابق ایک مواجب سالانہ ادا کرنا ہوگا جو اس تعداد سے زیادہ نہوگا جسکا ذکر آگے آئیگا بشرطیکہ رشتہ داران مذکور بروز وفات جانشین متوفی کے اسکے ساتھ سکونت اور خور و نوش رکھتا ہو اور بدیں شرط کہ یہ رشتہ دار کوئی کافی ذریعہ پرورش کا نہ رکھتا ہو اور نہ رکھنے والا ہو ٭

دفعہ ۳۰ متوفی کی جدین و والدین و بیوگان بیرہ کی حالت میں غایت تعداد واجب سالانہ حسب شرح ذیل ہوگی۔

پھر اس شرح میں سات درجہ مواجب کو ذکر کیا اور درجہ ہفتم کے بیان میں فرمایا۔ (درجہ ہفتم) جب مالیت سالانہ چودہ ہزار سے کم ہو تو تعداد ایک سو اسی روپیہ سے زیادہ نہ ہوگی ‡۔

جانشین متوفی کی بیوہ صغیرہ کی حالت میں تعداد مواجب سالانہ اس غایت تعداد سے نصف ہوگی۔ جسکی بیوہ بموجب جز سابق دفعہ ہذا کے مستحق ہوگی۔

جانشین متوفی کے برادران اور پسران نابالغ کی حالت میں غایت تعداد مواجب سالانہ ایک ہزار دو سو روپیہ سے زیادہ نہ ہوگی۔

دفعہ ۳۱ جانشین متوفی کے بھتیجوں کی حالت میں جو یتیم اور نابالغ ہوں غایت تعداد مواجب کی چھ سو روپیہ سے زیادہ نہوگی ⊙

دفعہ ۳۲ جانشین متوفی کی دختران ناکتخدا اور پسران اور برادران کی بیوگان کی حالت میں غائت تعداد مواجب سالانہ کی تین سو ساٹھ روپیہ سے زیادہ نہوگی ۞

٭ دفعہ ۲۴ ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء ‡ دفعہ ۲۵ ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء ⊙ دفعہ ۲۶ ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء ۞ دفعہ ۲۷ ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس تمہید اور اس تمہید کے تفریع میں جو کچھ سرسید کہا ہے وہ قرار داد اسلام اور تصریحات قرآن وحدیث وفقہ کے برخلاف کہا ہے اور اسپر بجز ایکٹ ۱۸۶۹ء دفعہ ۲۴ لغایت ۲۷ کے اسلامی کتب میں کہیں روشنی نہیں پائی جاتی۔ قرآن وحدیث وفقہ میں اسکے خلاف پر ایسی روشنی پائی جاتی ہے کہ کسی مسلمان کو بشرطیکہ قرآن حدیث وفقہ میں نظر رکھتا ہو اسکو تسلیم میں تامل نہو گا۔

اشاعۃ السنہ جلد ۳ کے نمبر ۳ و ۴ میں صفحہ ۷۵ سے صفحہ ۱۰۲ تک اس تمہید اور اسکے تفریعات کا برخلاف کتاب قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور روایات کتب فقہ سے ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ پھر صفحہ ۱۰۲ سے صفحہ ۱۱۰ تک اس وقف خاندانی مجوزہ سرسید کا وقف شرعی نہونا ثابت کیا گیا ہے۔ اس مقام میں ان ۳۶ صفحہ کا خلاصہ دو صفحہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ جسکا لب لباب چند امور ہیں۔

(۱) مسلمان بحکم قرآن وحدیث جیسے فرائض ووصیت میں پابند احکام شرعی ہیں ایسے ہی وقف وہبہ وصدقہ میں پابند ہیں۔ ایسے خود مختار ومطلق العنان نہیں کہ جو چاہیں کریں۔ انپر شرع کی طرف سے ایک یہ قید اور اسکی سخت پابندی ہے کہ اگر وہ اپنی جایداد غیروں پر وقف یا ہبہ کریں تو کل نکریں جن سے وارثوں اور مستحقوں کو ضرر پہنچے۔ اور وہ آور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے بھیک مانگتے پھریں اور اگر وہ کل اپنی جایداد اپنی اولاد واقارب پر وقف یا اسکو ہبہ کردیں تو ان میں مساوات مرعی رکھیں اور انکی ضرورت وحاجت کا لحاظ کریں ومعہذا عام فقیروں ومسکینوں کیلئے بھی اسمیں جگہ وگنجایش رکھیں۔

ایک بیٹے کو اگر وہ عمر میں بڑا ہو اور والد کے ساتھ بود و باش رکھتا ہو اور اسکے سوا کوئی گذارہ رکھتا ہو۔ دوسرے بیٹے پر گو وہ صغیر سن ہو اور والد سے علیحدہ کسیکا متبنیٰ ہو کر رہتا ہو۔ اور وہ خود صاحب جایداد بن گیا ہو منافع وقف میں ترجیح نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ایک زوجہ کو گو اسکا نکاح پہلے ہو۔ دوسری زوجہ پر گو اسکا نکاح پیچھے ہوا ہو منافع وقف میں ترجیح دیں۔ دوسری قید یہ ہے کہ وقف کنندہ اپنے وقف میں جائز شرط جو چاہے کرے اسپر بحکم مسلمہ فقیہہ شرط الواقف کنص الشارع یعنی وقف کنندہ کی شرط ایسی واجب العمل ہے جیسے شارع کی نص قرآن و حدیث پر عمل و لحاظ ہوگا۔ چنانچہ درمختار وغیرہ سے منقول ہوا ہے۔ مگر اس شرط کیلیے یہ شرط ہے کہ وہ شرط خلاف شریعت قرآن و حدیث نہو۔ جو شرط ایسی ہوگی۔ وہ قابل عمل و نفاذ نہ ہوگی بلکہ رد کی جاوے گی جیسے اسکا بڑے بیٹے یا اور شخص کو جو فاسق یا خائن ہو متولی کر دینا اور اسکو بوقت ظہور فسق و خیانت علحدہ نکرنے کی شرط کرنا۔ یہہ حکم بھی کتب فقہ و حدیث سے منقول ہو چکا ہے) تیسری قید یہ ہے کہ وہ آمدنی وقف سے اپنے لیے اگر وہ خود متولی ہو یا دوسرے متولی اور اسکے جانشین کے لیے بقدر معروف اور بقدر ضرورت گذارہ لینا مقرر کردے اسکا یہ اختیار نہوگا کہ وہ اوروں کو تو صرف گذارہ بقدر ضرورت دے اور باقی کل آمدنی وقف کو اپنے لیے جمع کرے یا اس سے ناجائز عیش اڑائے اور اسراف کے ساتھ خرچ میں لاوے جس وقف میں یہہ تینوں امور جو لوازم وقف سے ہیں پائی نہ جائیں گی وہ شرعی وقف نہوگا۔ بلکہ وقف باطل کہلائیگا یا اسکو انگریزی اور ہندوستانی ریاست یا تعلقہ کا ایک حکم کہا جاوے گا۔ اسی وجہ سے سرسید کے مجوزہ خاندانی وقف کو جو ان امور و لوازم وقف سے معرّی تھا ہندوستان کے اکثر باخبر مسلمانوں نے وقف تسلیم نہ کیا تھا۔ اکثر اہل الرائے وکلا و علماء و عامہ رؤسا و شرفا* کا اس وقف سے خلاف ہوا۔ سرسید کے نائب و قائممقام نعمانی صاحب وغیرہ اگر اپنی مجوزہ وقف کو انہیں اصول سرسید پر (جو ایکٹ نمبر ۱ وغیرہ ۱۸۶۹ء سے ماخوذ ہیں) مبنی

* یہ خلاف عام اخباروں میں اور اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ جلد ۱۴ میں بصفحہ ۱۱۵ لغایت ۱۲۴ منقول ہو چکا ہے باقی بر صفحہ ۱۹۰

© rasailojaraid.com

ٹھہرائینگے تو وہ وقف بھی لائق تسلیم اہل اسلام نہ ہوگا اور وہ وقف شرعی سمجھا نہ جائیگا۔ گورمنٹ اسکا خیال رکھے اور اس امر کو اپنے نوٹس میں لاوے۔

چوتھا مسئلہ

منقولات کا وقف بھی جائز ہے۔ جیسا کہ غیر منقول (اراضی و مکانات) کا وقف جائز ہے۔ اس مسئلہ میں ائمہ مذاہب حنفی کا اختلاف ہے۔

ہدایہ میں کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مطلقاً عدم جواز کے قائل ہیں۔ امام

ولا یجوز وقف ما ینقل و یحول وعلی ھذا الارسال قول ابی حنیفۃ قال ابو یوسف اذا وقف ضیعۃ ببقرھا واکرتھا وھم عبیدہ جاز وکذا سائر آلات الحراثۃ لانہ تبع للارض فی تحصیل ما ھو المقصود و قال محمد یجوز حبس الکراع والسلاح معناہ وقفہ فی سبیل اللہ وابو یوسف معہ فیہ علی ما قالوا وھو استحسان والقیاس ان لا یجوز وجہ الاستحسان الآثار المشھورۃ فیہ منھا قولہ علیہ السلام اما خالد فقد حبس ادرعاً و افراسہ

ابو یوسف رح کا قول ہے کہ اگر کوئی زمین کو وقف کرے تو اسکے ساتھ اور زراعت میں اسکے متعلق بیلوں اور غلاموں کو جو اس زمین میں کھیتی کرتے ہوں۔ اور دیگر آلات زراعت کو وقف کردے تو جائز ہے امام محمد رح فرماتے ہیں کہ گھوڑے اور ہتھیاروں کا وقف کرنا بھی جائز ہے۔ اور اس میں ابو یوسف بھی انکے ساتھ ہوگئے ہیں یہی استحسان (قیاس مخفی) ہے اور اسکی وجہ وہ آثار صحابہ مشہورہ ہیں جن میں بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ خالد اپنی زرع اور گھوڑے کو راہ

بقیہ صفحہ ۱۸۹ عام اخباروں اور اشاعۃ السنۃ جلد ۳ نمبر ۴ میں صفحہ ۱۱۵ سے صفحہ ۱۲۲ تک منقول ہے۔

اس مقام میں شمس العلماء امام المحدثین والفقہاء مولانا و شیخنا و شیخ الکل مولوی سید نذیر حسین صاحب قدس اللہ سرہ کا فتویٰ اس وقف مجوزہ سرسید کے خلاف میں نقل کرنا مناسب ہے (باقی بر صفحہ ۱۹۱)

© rasailojaraid.com

فی سبیل اللہ وطلحہ حبس درعہ
فی سبیل اللہ ویروی اکراعہ والکراع
الخیل ویدخل فی حکمہا الابل لان العرب
یجاہدون علیہا وعن محمدؒ انہ
یجوز وقف ما فیہ تعامل من المنقولات
کالفاس والمر والقدوم والمنشار و
الجنازۃ وثیابہا والقدور والمراجل و
المصاحف وعن نصیر بن یحیی انہ وقف
کتبہ الحاقا بالمصحف وہذا صحیح لان
کل واحد یمسک للدین تعلیماً وتعلماً
وقراۃً واکثر فقہاء الامصار علی

خدا میں وقف کر چکے ہیں اور طلحہ نے
بھی ذرع اور ایک روایت میں گھوڑی اور گھوڑے
کے حکم میں اونٹ بھی داخل ہے امام
محمدؒ کے نزدیک ہر منقول چیز کا جسکے
وقف کرنے میں تعامل لوگوں کا پایا
جاتا ہو وقف جائز ہے جیسے۔کسی۔
کلہاڑہ۔تیشہ۔آرہ۔میت اٹھانے
کی چارپائی اور اسپر ڈالنے کا کپڑہ
دیگ۔ہنڈیا۔قرآن شریف وغیرہ
کتب اسلامی شہروں کے اکثر
فقہا اسی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۰) مولانا نے ارشاد فرمایا ہے کہ نفس مسئلہ وقف میں کلام نہیں۔مگر جو اس وقف خاندانی میں ہے کہ جو شخص متوفی سے قرابت قریبہ رکھتا ہے اور عمر میں بڑا ہے اسی شخص کو استحقاق جانشینی کا ہوگا۔شرعاً اسقدر کافی نہیں ہے بلکہ باوجود قربت قریبہ اور کلان سالی کے ہوشیار و دیانت دار ہونا اور مسرف و بدکار نہ ہونا بھی ضرور چاہیے۔کہ وقف میں خلل و فساد واقع نہ ہو۔چنانچہ قولہ تعالے لاینال عہد الظالمین اسپر شاہد ہے (۲) اور جو اسمیں مذکور ہے در صورت عدم موجودگی رشتہ داران نسبی کی جائداد شوہر یا زوجہ کو جیسی صورت ہو ملیگی۔لیکن اگر مرد متوفی کے ایک سے زائد زوجات ہوں تو اس زوجہ کو ترجیح دیجائے گی جس کا اسکے ساتھ پہلے نکاح ہوا ہو۔انتہے کلامہ۔اولاً محل کلام کا اسمیں یہ ہے کہ زوجات کے نان ونفقہ کی خبرگیری حسب حاجت روا تھی ہے انکے رشتہ داروں کا ہونا نہونا برابر ہے جس قدر نفقہ کے زوجات کو حاجت ہوگی زوجات پائینگیں بطور مدد معاش کے اوقاف میں سے اور جسقدر رشتہ داروں کو حاجت ہوگی ہر واحد موافق حاجت کے پائیگا اور جو کوئی رشتہ دار خواہ ذوی الفروض وعصبات و ذوالارحام سے نہو تو زوجہ ایک ہو یا زائد ہوں بقدر خرچ کے انکو ملیگا باقی اور مصارف فقرا میں صرف ہوگا یا جمع رہیگا آئندہ بمصارف دیگر صرف کیا جائیگا یہ میراث مملوکہ متوفی باقی نہ رہے کہ بوقت عدم موجودگی وارث کے شوہر کیلیے یا زوجہ کیلیے لانورث ما ترکنا صدقۃ الحدیث جیساکہ ابوبکر صدیق اور دیگر خلفاء عمل درآمد کرتے رہے اوقاف فدک وخیبر و بنی قریظہ وغیرہ میں آنحضرت صلعم کے مطابق دستور آنحضرت صلعم کے جو حین حیات میں اپنے ازواج مطہرات وبنات کو برابر دیتے رہے اور اہل حاجات کو حسب حاجت کے دیتے تھے اور ترجیح زوجہ اولے کو بہ نسبت زوجہ ثانیہ کے بھی خلاف شرع محمدی کے ہے۔کیونکہ آنحضرت صلعم زوجہ اولا وثانیہ وثالثہ ورابعہ وغیرہ کو برابر دیتے تھے اور پہلی کو باعتبار دوسری کے ترجیح نہیں دیتے تھے۔ہاں اگر کسی زوجہ کو کچھ خرچ زائد کی حاجت ہوئی تو بقدر حاجت زائد کسیکو دیتے تھے ما اتکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانتہوا۔اور جو اسمیں ہے کہ جانشین متوفی کے بیوہ صغیرہ کی حالت میں غایت تعداد مواجب سالانہ کی اسکی بیت تعداد سے نصف ہوگی جسکی بیوہ کبیرہ بموجب جز دفعہ ہذا کے مستحق ہوتے۔یہ قانون مطابق شرع کے نہیں بلکہ بطور مدد معاش حسب حاجت کے دونوں کو دیا چاہیے۔اگر دونوں حاجت میں مساوی ہیں تو برابر دینا چاہیے کیونکہ آنحضرت صلعم اوقاف میں سے ہر زوجہ کو نفقہ برابر عطا فرماتے تھے چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ سے واضح ہوتا ہے۔

© rasailojaraid.com

قول محمد رح (ہدایۃ صفحہ ٦٢)۔

قول پر ہیں۔

ایسا ہی برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے۔ علاوہ بریں اسمیں

وصح عند محمد وقف منقول فيه
تعامل كالمصحف وغيره من كتب
العلم وغيرها كالفاس والقدوم
والمنشار والجنازة وثيابها و
الكراع والسلاح وعليه الفتوى
وعند ابى حنيفة لا يصح وعند ابى يوسف
يصح تبعا للعقار وفى الكراع والسلاح
لابى حنيفة ان شرط الوقف التابيد
ولا تابيد فى المنقول لابى يوسف
ان النص ورد فى الكراع والسلاح
فيقتصر عليه ولمحمد ان القياس يترك
بالتعامل كما فى الاستصناع لان
التعامل اقوى من القياس لانه بمنزلة
الاجماع اكثر فقهاء الامصار على قول
محمد وفى القنية عن المحيط البرهان
وقف مائة دينار على مرضى الصوفية
يصح ويدفع الذهب الى انسان مضاربة
يستغلها ويصرف الربح وكذلك وقف
الدراهم والكيل والموزون (برهان)

یہ بھی کہا ہے قنیہ میں محیط برہانی سے منقول ہے کہ کوئی شخص سو دینار صوفیہ کے بیماروں پر وقف کردے تو صحیح ہی وہ دینار بطور مضاربت (حصہ نفع پر کسیکو تجارت کے لیے) دیجاویں اور اس سے نفع ہو وہ بیماروں پر خرچ کیا جائے ایسا ہی دراہم اور وزنی اور پیمانہ کی چیزوں کا وقف جائز ہے۔

ایسا ہی درمختار میں ہے اور اسمیں یہ بھی کہا ہے کہ بلکہ درہم و دیناروں کا وقف بھی جائز ہے۔ بلکہ قاضیوں کے نام حکم بھی جاری ہوا تھا کہ وہ اسکے مطابق حکم دیا کریں۔ چنانچہ مفتی ابوالسعود کی معروضات میں ہے اور ہر چیز کا جو لائق وزن و پیمانہ ہو وقف جائز ہے تا کہ اسکو بطور مضاربت یا امانت دیا جاوے۔

ایسا ہی اگر کوئی وزنی یا پیمانہ کی چیز وقف کیجاوے تا کہ جسکے پاس بیج نہ ہو اسکو تخم ریزی کے لیے قرض دیا جاوے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وصح ایضاً وقف کل منقول
قصداً فیہ تعامل للناس کفاس
وقدوم بل ودراھم ودنانیر
وردا الامر للقضاۃ بالحکم بہ کما
فی معروضات المفتی ابی السعود
والمکیل وموزون فیباع ویدفع
ثمنہ مضاربۃ او بضاعۃ وعلی
ھذا الوقف کذا علی شرط ان
یقرضہ لمن لا بذر لہ لیزرعہ
لنفسہ فاذا ادرک اخذ مقدارہ
ثم اقرضہ لغیرہ وھکذا جاز
(خلاصہ) ومنہا وقف بقرۃ علی
ان ما خرج من لبنہا او سمنہا
للفقراء وان اعتادوا ذلک رجوت
ان یجوز وقدر وجنازہ وثیابہا
ومصحف وکتب لان التعامل
لیترک بہ القیاس لحدیث ما راٰہ
المسلمون حسناً فھو عند اللہ
حسن بخلاف ما لا تعامل فیہ
کثیاب ومتاع وھذا قول محمد
وعلی الفتوی (اختیار)

اور جب دروکا وقت آجاوے تو
اس سے قرض واپس لیکر اوروں کو دیا
جاوے تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے
اور اسمیں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی گائے
وقف کرے یہ کہکر کہ جو اسکا دودھ
یا گھی نکلے وہ فقیروں کو دیا جائے
تو جائز ہے اگر ایسی عادت ہو ایسا
ہی وقف کرنا دیگ ۔ چارپائی ۔
جنازہ اور کتب کا جائز ہے ۔ ہاں
جسکے متعلق لوگوں کا عمل نہ پایا جاوے
وہ وقف جائز نہیں جیسے پارچات
یا اور اسباب کا وقف کرنا یہ امام محمد
رح کا قول ہے اور اسیپر فتوے ہے
یہ کتاب اختیار میں ہے ۔ اور بحرالرائق
میں کشتی کو اسکے اسباب سمیت اسی حکم
میں ٹھہرایا ہے ۔ فتاوے بزازیہ
میں ہے کہ کمبل وغیرہ کا وقف بھی
جائز ہے اگر جاڑوں میں مسکینوں
کو دئیے جاویں اور گرمیوں میں وہ
واپس کردیں ۔ امام محمد رح کا مذہب
بہ صریح سنت ، اور صحیح حدیث

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والحق فی البحر السفینۃ بالمتاع و البزازیہ جاز وقف الاکسیۃ علی الفقراء فیدفع الیھم شتاءً ثم یردونھا بعدہ الیھم ۔ (در مختار ص ۲۶۹)

کے مطابق ہے اسیلیے اکثر فقہاء کا اسپر عمل ہے اور اسپر فتوے ہی اسی پر ہمارا عمل اعتقاد ہے۔ ہدایہ کی عبارت ہیں جن جن آثار حضرت خالد اور طلحہ کا ذکر ہے وہ کتب احادیث سے صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہیں۔

پانچواں مسئلہ

وقف کنندہ اگر اپنے وقف میں یہ شرط کرے کہ جب وہ خود یا اسکا قائمقام متولی وقف چاہے اور اسمیں وقف اور اسکے مصرف کی بہتری سمجھے تو اس وقف کو بیع کرکے اسکے بدلے اور زمین یا گھر خرید کر وقف کردے تو یہ شرط جائز ہے اور ائمہ مذاہب سے امام ابو یوسف اس شرط کو جائز رکھتے ہیں اور اسیکے مطابق ہمارا عمل و اعتقاد ہے۔

ولو شرط الواقف ان یستبدل بہ ارضًا اخری اذا شاء فھو جائز عند ابی یوسف وعند محمد رح الوقف جائز والشرط باطل۔ (ھدایہ ص ۶۲۳)

ھدایہ میں کہا ہے اگر وقف کنندہ یہ شرط کرے کہ جب وہ چاہے اس وقف کو فروخت کرکے اسکی جگہ اور زمین خرید کرکے وقف کردے تو یہ شرط جائز ہے۔

امام محمد کا یہ قول ہے کہ یہ وقف صحیح ہوگا۔ مگر یہ شرط باطل ہے لائق عمل نہیں ہے۔

اور برہان شرح مواہب الرحمن میں ہے وقف کنندہ کی یہ شرط صحیح

وصح شرط الواقف ان یستبدل بہ

ہے کہ وہ چاہے اس وقف کو فروخت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اى بالوقف ارضاً اخرى اذا
شاء ويكون وقفا مكانه والقياس
انه لا يصح الوقف ولا الشرط و
هو قول الشافعي واحمد لانه شرط
خلاف لمقتضى الوقف فكان
ابطالاله ووجه الاستحسان
ان فيه تحويل الوقف الى ما هو
افضل منه او مثله فكان تقريرا
للوقف لا ابطالاله وعند محمد رح
واهل البصرة وهو وجه احمد رح
ان الوقف جائز والشرط باطل
لان هذا شرط لا يمنع من زوال
الملك قربة الى الله ويتم الوقف
بدونه فكان فاسدا كالشرط
ان يصلى في المسجد قوم دون قوم
فان الشرط باطل ووقف المسجد
صحيح وفي شرح الوقاية لا منافاة
بين صحة الوقف وبين الاستبدال
عند ابي يوسف فانه يجوز
استبدال الوقف من غير
شرط اذا ضعف من الريع (برهان)

کر کے اسکی جگہ اور جگہ خرید کر وقف
کر دے۔ اور قیاس تو چاہتا ہے کہ
یہ شرط جائز نہو۔ کیونکہ یہ ایسی
شرط ہے جو مقتضائے وقف کے
مخالف ہے جواز کی وجہ محض یہ ہے،
کہ اسمیں وقف کا ابطال نہیں بلکہ
اسکو پختہ کرنا ہے اور ایسی صورت
سے تبدیلی ہے جو پہلی صورت سے
افضل یا اسکے برابر ہے امام محمد رح
اور اہل بصرہ کا یہ قول ہے اور ایک
روایت میں امام احمد سے منقول
ہے کہ یہ وقف جائز ہے اور یہ شرط
باطل ہے اس شرط سے وقف کا
ملک وقف کنندہ سے دور ہونا قرب
الٰہی کیلئے پایا جاتا ہے جس سے وقف
پورا ہو جاتا ہے اور صرف یہ شرط
شرط فاسد ہی ٹھہرتی ہے جیسے
کوئی مسجد میں یہ شرط کرے کہ اسمیں
فلاں قوم نماز پڑھے فلاں نہ پڑھے
یہ شرط ہی باطل ہے اور وقف مسجد
صحیح ہے اور شرح وقایہ میں ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ امام ابو یوسف کے نزدیک صحت وقف اور اسکی تبدیلی میں کوئی فرق نہیں وہ اسکو جائز رکھتے ہیں اگر موجودہ صورت وقف سے فائدہ نہ پہنچے۔ گو وقف کنندہ نے شرط نہ کی ہو۔

اور درمختار میں ہے۔ وقف کو دوسری زمین سے بدل لینے کی شرط جائز ہے۔ یا یہ شرط کہ اسکو نقدی سے فروخت کرکے اسکے دام سے بھی دوسری زمین خریدے جب چاہے جبکہ ایسا کر چکا ہو تو دوسری زمین بھی وقف ہو جائے گی جیسے پہلی تھی اسکے جملہ شروط میں اگرچہ انکا ذکر دوسری زمین میں نہوا ہو پھر اس دوسری زمین کے بدلے تیسری زمین خرید نکرے کیونکہ یہ تبدیلی بحکم شرط ہوئی اور دوسری زمین کی نسبت یہ شرط پائی نہیں گئی بلا شرط تبدیلی کا اختیار صرف قاضی کو ہے ایسا ہی دُرر بحار میں ہے اور بحر الرائق میں کہا ہے کہ تبدیلی کیلئے یہ شرط ہے کہ پہلا وقف لوگوں کے فائدہ رسانی سے بالکل نکل چکا ہو اور اسکا بدل زمین ہو۔

وجاز شرط الاستبدال بہ ارضا اخری حینئذ او بشرط بیعہ و یشتری بثمنہ ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولی فی شرائطہا وان لم یذکرہا ثم لا یستبدلہا بثالثۃ لانہ حکم ثبت بالشرط والشرط وجد فی الاولی لا الثانیۃ واما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکہ الا القاضی (درر)۔ وشرط فی البحر خروجہ عن الانتفاع بالکلیۃ وکون البدل عقارا۔ (درمختار ص ۳۹۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چھٹا مسئلہ

وقف کے منافع سے وقف کی عمارت وقیام کا خرچ سب مستحقوں سے پہلے ہونا چاہیے

چنانچہ ہدایہ میں کہا ہے - واجب ہے کہ وقف کی آمدنی پہلے اسکی عمارت

> والواجب ان یبتدی بارتفاع الوقف بعمارته شرط ذلك الواقف اولم یشترط لان قصد الواقف صرف الغلة موبدًا ولا یبقیٰ دائمًا الا بعمارته ثم ان کان الوقف علے الفقراء لا یظفر بهم واقرب اموالهم هذه الغلة فیجب فیها ولو کان الوقف علی رجل بعینه واخره للفقراء فهو فی ماله ای ماله شاء فی حال حیوته (هدایه صفحہ ۶۲۲)

میں صرف کی جاوے - اس امر کی وقف کنندہ نے شرط کی ہو یا نہ - یہ اس لئے کہ وقف کنندہ کا قصد بھی یہی ہوتا ہے کہ آمدنی وقف ہمیشہ کے لئے رہے اور وہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ عمارت وقف قائم رہے - پھر وہ وقف اگر فقیروں کے لیے ہو جنکا شمار نہیں ہوتا اور ان کا مال وہی غلہ وقف ہوتا ہے تو اسی میں سے عمارت پر صرف کیا جاوے اور اگر وہ وقف کسی خاص (مالدار) کے لیے اور آخر کو فقرا کے لیے ہو تو اس کے مال سے (جس کو وہ دینا چاہے) اسکی زندگی تک عمارت پر خرچ کیا جاوے یعنی اسکی موت کے بعد پھر اسی غلہ وقف سے ہو۔

اس شرط کے بیان سے بیان مصرف کے علاوہ یہ بیان بھی مقصود ہے کہ جو وقف کسی خاص مالدار کے لیے ہو۔ مگر آخر اسکی موت کے بعد فقرا کے لیے کیا گیا ہو تو وہ وقف خاص بھی صحیح ہے - کیونکہ آخر وہ فقرا کے لیے ہو جاتا ہے - اس نظر سے وہ وقف بھی اس وقف خیراتی کی مانند ہو جاتا ہے جو امور مذہبی کے لیے کیا جاتا ہے جیسے وقف مساجد -

ان چھ مسائل سے بھی کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وقف خاص اولاد و اقارب

© rasailojaraid.com